رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو • رسالہ

ایڈیٹر:- قاضی محمد ظہور الدین - اکمل

نمبر ۶ | جون ۱۹۲۵ء سنہ ۶ مطابق ذی قعدہ ۱۳۴۳ ھ | جلد ۲۴

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان میں شائع کیا

ماہ جولائی کا رسالہ وی پی ہوگا

تمام احباب کرام خریداران اردو رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو اطلاع ہو۔ کہ جن احباب نے تاحال سنہ ۱۹۲۵ء کا چندہ نہیں دیا۔ یا جنھوں نے فروری سنہ ۱۹۲۵ء کا وی پی رسالہ واپس کر دیا تھا یا جن کا چندہ سالانہ ماہ جون سنہ ۱۹۲۵ء تک ختم ہوتا ہے ان سب کے نام اگلا رسالہ جولائی کا وی پی کیا جائیگا۔ امید ہے وصول فرمائینگے۔ اور انکاری کر کے نقصان نہ پہنچائینگے۔

افریقہ۔ ماریشس۔ سیلون وغیرہ کے بیرون ہند خریدار جن کے نام وی پی نہیں ہو سکتے۔ مہربانی فرما کر خود ہی بذریعہ منی آرڈر اپنے اپنے ذمہ کے بقایا بھجوادیں میں نے کئی بار عرض کیا ہے۔ کہ رسالہ کی مالی حالت بہت کمزور ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خریدار کم ہیں احباب کرام توجہ نہیں فرماتے۔ اگر ہر ایک موجودہ خریدار ایک خریدار بھی اور دے۔ تو کام چل سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالبہ تو اپنی جماعت سے سنہ ۱۹۰۲ء میں (جب کہ آج سے ۱/۴ احمدی بھی نہ تھی) یہ تھا۔ کہ کم سے کم دس ہزار خریدار ہوں اور حال یہ ہے کہ سنہ ۱۹۲۵ء میں جبکہ جماعت سات لاکھ سے بھی متجاوز ہے۔ دو ہزار بھی خریدار نہیں۔ کیا احباب کا اخلاص احباب کی غیرت مذہبی گوارا کرتی ہے کہ رسالہ کی یہی حالت رہے۔ اور اسکی آمد اتنی قلیل ہو۔ کہ عملہ میں تخفیف پر تخفیف ہوتی جائے۔ اور کاغذ چھپوائی کے لئے روپے نہ ملیں +

پیام امین

ہماری مکرم مولانا محمد عبد اللہ منہاس اپنی تالیف پیام امین کے لئے قابل مبارکباد ہیں جسمیں آپنے قرآن مجید کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ اشاعت قرآن کی مختصر تاریخ یورپ میں قرآن کے عربی اڈیشن۔ مختلف تراجم قرآن کے ذکر کے بعد قرآن کریم مستشرقین کی نظروں میں کے عنوان سے بہت سے فضلاء یورپ و دیگر ممالک کے اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ جو بہت کارآمد ایمان افروز مجموعہ ہے دعوۃ الی الاسلام کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت اعلیٰ قابل تعریف۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) ملنے کا پتہ شرکت ادبیہ امرتسر +

تبلیغ نامہ وحدت و محبت

یہ ۴۴ صفحے کا رسالہ ہے جس میں صوفی عنایت خاں صاحب کے بیان کردہ مقاصد وحدت کا تبلیغی اعلان ہے ناظم حلقہ وحدت متصل سنگم تصویر دہلی قیمت ۸ ر

ریاست دہلی:۔ ایک ہی ہفتہ وار اخبار ہے جسمیں ہر مذاق کے مطابق میٹر جمع کیا جاتا ہے علاوہ اخباری ضروریات کے ادبی مضامین بھی ہوتے ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ تو نہایت ہی قابل تعریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بانیٔ آریہ سماج کے خلاف آریہ سماجیوں کے ریزولیوشن

(اسلامی اصولوں کی فتح)

سوامی دیانند جی نے آریوں کے لئے بڑی کوشش اور تحقیق سے ویدک مسائل دریافت کر کے ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں لکھے اور یہ بھی بتایا کہ یہ مسائل قدیمی ہیں اور ہر زمانہ کے لئے ہیں۔ اور جہاں جہاں وہ مسائل اسلام سے ٹکر کھاتے تھے وہاں بڑے بڑے لمبے چوڑے دلائل دیکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ویدک مسائل ہی سچے ہیں اور ہر سچا پرش جو کسی بات کو دل سے مانتا ہے ایسا ہی کریگا۔ مگر ابھی پچاس سال بھی ان تحریروں پر گذرنے نہیں پائے کہ آریہ سماجیوں نے مجبوراً بعض اسلامی صداقتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے اور حالات زمانہ سے مجبور ہو کر آخر انہیں وہی راہ اختیار کرنی پڑی جو ویدوں کے خلاف بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو[۱۳۰۰] برس پہلے پیش کی تھی۔ دنیا نے مجبور ہو کر اسلامی مسائل کو ماننا شروع کیا ہے۔ اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ عنقریب حسب وعدہ الٰہی اسلام ہی تمام دنیا کا مذہب ہو گا۔

اس مضمون کے لکھنے کا محرک دراصل ایک ریزولیوشن ہے جو آریہ سماج نے دیانند شتابدی کے موقع پر باتفاق رائے پاس کیا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"ودھوا وواہ"

"ورتمان سماجک دشا (موجودہ سماجی حالت) کو دھیان میں رکھتے ہوئے یہ پریشد (مقننہ گروہ) سمتھن کرتا ہے کہ چالیس برس سے کم اوستھا تک کی ودھوا عمر کے تناسب کا خیال رکھتے ہوئے پنر وواہ (مکرر یا دوبارہ شادی) کرے تو نامناسب نہیں ہے مگر یہ ضروری ہے ودھوا کی شادی رنڈوے منش سے اور رنڈوے کی شادی ودھوا سے ہی کی جائے۔"

(آریہ پریشد کے ریزولیوشن۔ اخبار تیج ۴ مارچ ۱۹۲۵ء)

یہ ریزولیوشن آریہ سماجیوں کی عقلمندی اور موقعہ شناسی کی بیّن دلیل ہے۔ گو اس کا آخری حصہ کہ رنڈھے کی شادی بیوہ سے ہی ہو اور بیوہ کی شادی رنڈوے مرد سے ہی ہو۔ کسی صحیح دلیل کی بنا پر نہیں لکھا گیا تاہم نیوگ جیسی بدکاری کی بجائے شادی بیوگان کا فیصلہ ہو جانا نہایت قابل قدر امر ہے۔ یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ حالات زمانی سے مجبور ہو کر کچھ عرصہ سے بیواؤں کی شادیاں آریوں میں مروّج ہیں جن کا اظہار اخباروں میں وہ کرتے رہے ہیں لیکن اب تو یہ مسئلہ بطور اصول کے پاس ہو گیا گو یہ سچ ہے کہ یہ اسلام کی تقلید ہے۔ اور وید میں پنر وواہ کا حکم بقول سوامی دیانند جی قطعاً موجود نہیں ہے بلکہ سوامی جی ستیارتھ پرکاش میں فرماتے ہیں:۔

"برہمن کھشتری اور ویش دونوں میں کھشت یونی عورت اور کھشت ویرج مرد (جو مرد وعورت مجامعت کر چکے ہوں) کا پنر وواہ نہ ہونا چاہیئے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۶ تیسرا سملاس دفعہ ۱۰۹)

اس کے بعد سوامی جی نے پنر وواہ کے بہت سے نقصان گنائے ہیں جو محض فرضی اور وہمی ہیں۔ مثلاً پتی برت اور استری برت دھرموں کا ناش ہونا۔ مال دولت کا لُٹ جانا محبّت کی کمی وغیرہ۔ جیسا کہ آریہ سماجیوں نے تجربہ سے معلوم کر لیا ہے۔ اور بالآخر ان تمام وہمی باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے سوامی جی کے قول کے خلاف اوپر کا ریزولیوشن پاس کر دیا حالانکہ مذکورہ بالا ستیارتھ پرکاش کے حکم کے ہوتے ہوئے آریوں کو ایسا کرنا نہ چاہیئے تھا خصوصاً جبکہ اس کے بعد سوامی جی تمام نقائص پنر وواہ گنا کر تاکیداً فرماتے ہیں کہ:۔

"اس قسم کے نقصوں کے سبب دوجوں میں پنر وواہ یا ایک سے زیادہ وواہ کبھی نہ ہونے چاہئیں۔" ستیارتھ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم کے ہوتے ہوئے جو حالات زمانہ نے آریہ سماج کو مجبور کر دیا کہ وہ رنڈوے مردوں اور بیوہ عورتوں کی شادیاں کریں اور اس کے لئے قانون بنائیں اس کا سبب کیا ہے کیا آریوں کو وید بھنڈار میں سے ایسا حکم نظر آ گیا ہے یا وہ نیوگ کی پوِتّر رسم بلا آزمائے ہی تنگ آ گئے ہیں یا انکی شرم وحیا مانع ہے کہ وہ کبھی ایک دفعہ بھی کسی دیوی کی طرف سے نیوگی مرد کے لئے اخباروں میں شائع کریں اور دراصل وہ اس پاک فعل کو اندر ہی اندر جاری رکھتے تھے۔ مگر وہ ناموافق ثابت ہوا۔ آخر کیا بات ہے؟

اس سوال کا جواب آریہ سماج تو غالباً کبھی نہ دیگی کیونکہ جہاں انکے اخباروں میں فخریہ یہ اعلان کیئے گئے کہ ہم نے اسقدر پنر وواہ آجتک کیئے ہیں مثلاً آریہ گزٹ ۱۷۔ اگست ۱۹۲۲ء میں آریوں نے لکھا تھا کہ یکم جنوری ۱۹۲۲ء سے ۳۱ جولائی ۱۹۲۲ء۔ یعنی صرف سات ماہ کے اندر اندر ۲۱۷ پنر وواہ ہو چکے ہیں اور یہ پنر وواہ اچھوتوں کے نہیں بلکہ اکثر برہمنوں اور کھشتریوں اور راجپوتوں کے ہیں۔ اسکے بالمقابل کبھی کسی بیوہ کے نیوگ کرنے کا اخباروں میں چرچا نہیں آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوں

کے دل اس پوِتر مسئلہ سے بیزار ہیں حالانکہ سوامی جی نے رنڈوے مردوں اور بیوہ عورتوں کے متعلق جو پاک آگیا دی تھی وہ حسب ذیل ہے :-

"اگر برہمچریہ نہ رکھ سکیں تو نیوگ کر کے اولاد پیدا کریں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۰)

اب اس حکم کو تو "درتمان سماجک دشا" کی وجہ سے ردّ کر دیا گیا۔ اور وہ طریق اس کی جگہ اختیار کیا گیا جسے قرآن مجید نے سکھایا ہے نہ کہ ویدوں نے۔ اگر یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم وید بھگوان کو اس ایسے اہم ضرورت کے مسئلہ کو بیان کرنے سے قاصر بتاتے ہیں تو مہربانی فرما کر کوئی آریہ وِدوان وید ہی سے یہ حکم صاف نکال کر دکھائے۔ ایسا نہ ہو کہ جن منتروں سے سوامی جی نیوگ نکالتے ہیں انہیں سے اب اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے اور وید کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کوئی مہاشے پنربواہ ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ ہاں جو آریہ بہادر صاف یہ کہدے کہ ویدوں میں نیوگ کا ذکر نہیں یہ سوامی جی کو غلطی لگی اصل میں پنربواہ کے حکم کو نیوگ غلطی سے سمجھا گیا ہے وہ بے شک حق رکھتا ہے کہ نیوگ کے منتروں سے ہی پنربواہ کا ثبوت دے۔

کیا وید کامل کتاب ہے؟ ہماری رائے میں آریوں کے ریزولیوشن کا صریح مطلب یہ ہے کہ وید ناممکل کتاب ہے کیونکہ وہ درتمان سماجک دشا کی ضرورت کو پورا نہیں کرتا۔ اور جو نیوگ کی تعلیم اس نے دی ہے وہ ناقابل عمل ہے۔ جو وید کی تعلیم کا دوسرا نقص ہے۔

روزہ اور وید کہا جاتا ہے کہ وید میں تمام اچھی تعلیم موجود ہے اس لئے اس کامل ہدایت نامہ کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں لہٰذا قرآن مجید الہامی کتاب نہیں ہے۔ مگر آؤ میں ایک ایسا حکم قرآن کا سُناؤں جسے دوست و دشمن سب مفید مانتے ہیں اور وہ قرآن مجید میں ہے اور ویدوں میں موجود نہیں ہے :-

قرآن مجید جس کا نزول ہی رمضان شریف میں شروع ہوا جس کی تلاوت زمانہ نبوی سے لے کر تا ایں دم رمضان المبارک میں بکثرت کی جاتی ہے فرماتا ہے :-

کتب علیکم الصیام

یعنی روزہ رمضان تم پر فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ آجکل رمضان کا ہی مہینہ ہے۔ اور مسلمان اس حکم ربّانی کی تعمیل کر رہے ہیں آریہ مہاشہ مساجد میں جا کر دیکھ لیں۔

لیکن روزوں کا کوئی حکم ویدوں میں موجود نہیں ہے۔ اگر ہے تو کوئی آریہ مہاشہ اس حکم کو نکال کر دکھائے۔ اور بتائے کہ کیوں سوامی جی نے کہیں برت سنسکار کا نام نہیں لیا۔ آخر کیا بات ہے۔

سنسکار بدھی اتنی لمبی چوڑی کتاب سنسکاروں کے متعلق لکھی اور آریوں کے تمام فرائض کا ذکر کیا پر کہیں برت (روزہ) کا ذکر نہ کیا۔ کیا اسکے یہ صاف معنی نہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی عبادت کا جسمیں انسان محض اللہ تعالیٰ کے لئے بھوک اور پیاس کی تکلیف اُٹھاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے۔ اس کا ذکر سچ مچ ویدوں میں نہیں ہے۔ میں نے ایک مہاشہ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ وید میں تو نہیں ہے۔ البتہ ایوروید میں برت کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ میں نے کہا کہ ایوروید طب کی کتاب ہے اس نے روزہ کی خوبی کا اقرار کرنا ہی تھا مگر وید میں کیوں یہ حکم نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ سوامی جی نے کہیں لکھا تو نہیں مگر شاید کہیں بیج روپ ذکر ہو۔ میں نے کہا کہ شاید بیج روپ ذکر ہو۔ پس کیا فرائض کو یونہی بیان کرنے کا طریق ہے۔ اور پھر میں نے کہا کہ یہ ضروری حکم بھی وید بھگوان نے بیان نہیں کیا۔ اس لئے قرآن مجید کی تعلیم کامل ہے اور وید کی تعلیم ناکمل ؎

اچھوتوں کا یگیوپویت وغیرہ آریہ سماج کے فاضل پنڈتوں نے متھرا میں دیانند شتابدی کے موقعپر ایک یہ ریزولیوشن بھی پاس کیا ؛۔

"یہ پرشد ستھر کرتا ہے کہ اچھوتوں کو آریہ سماج میں داخل ہوتے وقت گائتری منتر کے ساتھ یگیوپویت بھی دیا جا سکتا ہے" (۴ر مارچ ۱۹۲۵ء)

یہ ریزولیوشن بھی بانیٔ آریہ سماج کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ سوامی جی نے شودروں کیلئے یگیوپویت کے سنسکار کو کہیں نہیں لکھا۔ ہاں اسکے برعکس یہ لکھا ہے کہ شودر بلا یگیوپویت ہی گروکل میں داخل کیئے جائیں۔ اور انکا اپنن سنسکار نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ سوامی جی بحوالہ سشرت لکھتے ہیں:-

"برہمن تینوں ورن یعنی برہمن کشتری اور ویش کا اور کشتری۔ کشتری اور ویش کا اور ویش صرف ویش ورن کا یگیوپویت کرا کے پڑھا سکتا ہے۔ اور جو خاندانی خجستہ اطوار شودر ہو تو اسکو منتر سنگھتا چھوڑ کر سب شاستر پڑھا دے اور شودر پڑھے لیکن انکا اپنین (رسم زنار بندی) نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ رائے کئی ایک اچاریوں کی ہے"

(ستیارتھ پرکاش تیسرا سمولاس دفعہ ۲۵ صفحہ ۴۹)

اسی طرح سوامی جی کی تمام کتابوں میں صرف دوج (برہمن کشتری اور شودر) کے لئے یگیوپویت لکھا ہے اور یہی ہندوؤں کا طرز عمل ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اور منوجی تو شودر کے لئے وید پڑھنے کی آگیا دیتے ہی نہیں اور اگر کہیں وہ وید پڑھے تو اسکے لئے سخت سزا کا حکم دیتے ہیں اور اوپر کے حوالہ میں بھی شودر کو منتر سنگھتا چھوڑ کر اور شاستروں کے پڑھنے کی اجازت ہے جسکے صاف یہ معنی ہیں کہ وہ وید کو نہ پڑھے

مگر آریہ علماء و فضلاء نے جب اس بے انصافی کے طریق کو ملکی و قومی ترقی کے خلاف پایا تو سوامی جی کی سو برسی پر وید شاستروں کے خلاف خود سوامی جی کے خلاف شودروں کو بھی گائتری منتر کے یگیوپویت مرحمت فرماکر اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دیدیا۔ اور ہم خوش ہیں کہ ایک ناانصافی کی تعلیم جو مدتوں سے دی جارہی تھی وہ دنیا سے دور کرنیکی کوشش کیگئی۔ آخر ڈیڑھ ماشہ سوت کونسی اتنی قیمتی چیز تھی کہ شودروں سے اسکے لئے بخل کیا جاتا۔ خاکسار عمر الدین احمدی ڈیرہ دون ۱۰ اپریل ۱۹۲۵ء

اسلامی حکومت

اس ہیڈنگ کے ماتحت سب سے پہلے یہ سوال ہوتا ہے کہ اسلام حکومت کی کیا تعریف کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک حکومت اس نیابتی فرد کا نام ہے جس کو لوگ اپنی مشترکہ حقوق کی نگرانی سپرد کرتے ہیں۔ اس مفہوم کے سوا اسلام میں اور کوئی مفہوم اسلامی نقطہ نگاہ سے مطابق نہیں۔ اور سوائے نیابتی حکومت کے اسلام اور کسی حکومت کا قائل نہیں۔ قرآن کریم نے اس مفہوم کو ایک نہایت ہی عجیب لفظ کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اور وہ لفظ امانت ہے۔ قرآن کریم حکومت کو امانت کہتا ہے۔ یعنی وہ اختیار لوگوں نے کسی شخص کو دیا ہو نہ وہ جو اس نے خود پیدا کیا ہو۔ یا بطور ورثہ کے اس کو مل گیا ہو۔ یہ ایک لفظ ہی اسلامی حکومت کی تمام کیفیات کو بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

قرآن کریم میں حکومت کا بادشاہت سے شروع کرکے رعایا کی طرف نہیں چلایا بلکہ ملک کے لوگوں سے شروع کرکے حاکم کی طرف لیجایا گیا ہے۔ میرے نزدیک اس کا پورا لطف حاصل نہیں ہوگا جبتک میں اس آیت ہی کو پیش نہ کردوں جس میں اسلامی حکومت اور اسکے فرائض کو نہایت ہی مختصر لیکن محیط الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ۔ ان اللہ کان سمیعاً بصیرا۔ (سورہ نساء رکوع) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ حکومت کی امانتوں کو ان کے حقدار لوگوں کے سپرد کرو اور جب اے حاکمو تم حاکم ہو جاؤ تو تم انصاف کے ساتھ حکمرانی کرو۔ اللہ تعالیٰ جس امر کی تم کو نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔ اور اللہ سُننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں پہلے تو عامۃ الناس کو مخاطب کیا ہے کہ حاکم بنانا تمہارے اختیار میں ہے تمہارے سوا اور کوئی شخص حاکم بنانے کا مجاز نہیں۔ گویا ورثہ کے ذریعے سے کوئی شخص حاکم نہیں بن سکتا۔ کسی

شخص کو حق نہیں کہ محض کسی کا بیٹا ہونیکے سبب سے لوگوں کی گردنوں پر حکومت کا جوئا رکھے۔ دوسرا امر یہ بتایا کہ یہ حکومت کے حقوق ایک قیمتی چیز ہیں جس طرح کہ امانت قیمتی ہوتی ہے۔ پس کسی ایسے شخص کے سپرد نہ کرنا جو اسکے قابل نہ ہو۔ بلکہ اسی شخص کے سپرد کرنا جو دیانتداری سے اس امانت کو محفوظ رکھے۔

تیسرا حکم یہ دیا ہے کہ چونکہ حکومت کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ ان حقوق کو کسی شخص کے سپرد کرنے کا نام ہے جنکو بوجہ بہت سے لوگوں کے اشتراک کے لوگ فرداً فرداً ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے اسکو امانت خیال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ حقوق و فرائض جنکے مجموعے کا نام حکومت ہو کسی شخص کی ملکیت نہیں بحیثیت مجموعی جماعت ان کی مالک ہے۔

چوتھا حکم حاکم کو یہ دیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ تم کو دیا جاتا ہے وہ چونکہ بطور امانت کے ہے اسکو اسی طرح محفوظ بلا خراب یا تباہ کرنے کے اپنی موت کے وقت واپس دینا ہوگا۔ یعنی حکومت کی پوری حفاظت اور اہل ملک کے حقوق کی نگرانی رکھنی ہوگی اور یہ تمہارا اختیار نہ ہوگا۔ کہ اس حق میں کوئی نقصان کر دو۔

پانچواں امر اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ حکام کو چاہیئے۔ کہ دوران حکومت میں لوگوں کے حقوق کو پوری طرح ادا کریں۔ اور کسی قسم کا فساد پیدا نہ کریں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس معاملہ میں کمزوری دکھائینگے اور دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی پھر بادشاہت کی طرف رجوع کرینگے۔ مگر فرماتا ہے کہ جو نصیحت ہم نے کی ہے کہ وراثت کی بادشاہت کے قریب بھی نہ جاؤ۔ بلکہ انتخاب کے ساتھ بہترین دماغوں کو حکومت کیلئے منتخب کیا کرو۔ وہی اچھی اور مفید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ یعنی دنیا کی مصیبتوں کو دیکھ کر اور ان کی دعاؤں کو سن کر ہم نے یہ طریق حکومت تم کو بتایا ہے پس اس کی ناقدری اور ناشکری نہ کرنا۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ تو واضح ہو گیا کہ اسلامی حکومت انتخابی ہوتی ہے اور ساتھ ہی نیابتی بھی۔ یعنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ ملک کے لوگوں کا ان کی مجموعی حیثیت سے نہ بحیثیت افراد نائب ہے۔ مگر اب میں اسلامی حکومت کا ایک مختصر نقشہ کھینچ دیتا ہوں۔ جس سے اس کے تمام پہلو ذہن میں مستحضر ہو سکیں۔

اسلام کا یہ حکم ہے کہ مسلمان ملکر ایک ایسے شخص کو جسے وہ اس کام کے لائق سمجھیں منتخب کریں کہ وہ حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے۔ اس شخص کا انتخاب مغربی ممالک کے پریزیڈنٹوں کی طرح چند سال کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ ساری عمر کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس انتخاب کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہی اسکو اس

منصب سے برخواست کر سکتا ہے یعنی اسے وفات دیکر۔ اس شخص کے ہاتھ میں تمام وہ طاقتیں اور اختیارات ہوتے ہیں جو حکومت کو حاصل ہوتے ہیں۔ مگر اس شخص کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی ساری عمر کو ملک کی بہتری کے لئے صرف کردے نہ کہ اپنی بڑائی کے حصول کیلئے۔ اس کا حق بیت المال پر سوائے اسکے اور کوئی نہیں کہ وہ اپنے ملک کی ضروریات پر صرف کرے۔ اپنے لئے وہ آپ گذارہ مقرر نہیں کر سکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی مجلس شوریٰ اسکے لئے گذارہ مقرر کرے۔ اس کا فرض ہے کہ ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے سے ملک کی عام رائے کو معلوم کرتا رہے۔ اور جب ضرورت ہو عام اعلان کرکے تمام افراد سے ان کی رائے دریافت کرے تاکہ اگر کسی وقت ملک کے نمائندوں اور ملک کی عام رائے کی مخالفت ہو جائے تو ملک کی عام رائے کا علم ہو سکے۔ اس سے اُمید کیجاتی ہے کہ کثرت رائے کا احترام کرے لیکن چونکہ یہ ہر قسم کی سیاسی جنبہ داری سے بالا ہو چکا ہے اور حکومت میں اسکو ذاتی کوئی فائدہ نہیں اسلئے اسکی رائے کی نسبت یقین کیا گیا ہے کہ بالکل بے تعصب ہوگی اور محض ملک و ملت کا فائدہ اسے مدنظر ہوگا۔ اور اس لئے بھی کہ ملک کی عام رائے کا نائب ہونیکے سبب سے یہ ایمان لایا جاتا ہے اور اسلام وعدہ کرتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص نصرت حاصل ہوگی۔ پس اسکو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی خاص ضرورت میں جو نہایت اہم ہو مشیر کاروں کی کثرت رائے کے فیصلہ کو رد کردے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس وہ خود مختار ہے ان معنوں میں کہ وہ شوریٰ کے فیصلہ کو مسترد کر سکتا ہے۔ اور پابند ہے ان معنوں میں کہ وہ اسلام کے مقرر کردہ نظام کے ماتحت ہے جسے بدلنے کا اسے کوئی اختیار نہیں۔ اور مجبور ہے اسپر کہ بغیر مشورہ کے کوئی فیصلہ نہ کرے اور اسپر کہ حکومت کو موروثی ہونے سے بچائے اور وہ منتخب ہے ان معنوں میں کہ خدا تعالیٰ لوگوں کے ذریعے سے اُسے منتخب کرواتا ہے اور نیابتی حیثیت رکھتا ہے ان معنوں میں کہ اس سے امید کیجاتی ہے کہ وہ بجز کسی غیر معمولی ضرورت کے اہم امور میں کثرت رائے کے خلاف نہ جائے اور یہ کہ اس کو اپنی ذات کے لئے بیت المال پر کوئی تصرف نہ ہو۔ اور وہ آسمانی طاقت رکھتا ہے ان معنوں میں کہ اُسکو علیٰحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ کی خاص نُصرت اسے حاصل ہوتی ہے۔

ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت

ذیل میں ہم عیسائیوں کی ۱۹۲۳ء کی رپورٹ سے کچھ اعداد و شمار نقل کرتے ہیں جن سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے کہ عیسائی کتنے زور کے ساتھ ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا کام کر رہے ہیں۔ اور انہیں اسمیں کتنی حیرت انگیز کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔

سات ہزار سے زائد عیسائی مبلغ

عیسائیانِ ہند کی رپورٹ بابت سنہ ۱۹۲۳ء میں درج ہے۔ کہ اسوقت ہندوستان میں ۷۲۱۸ عیسائی مبلغ اور ۱۶۷ سو سائٹیاں تبلیغ و پرچار کا کام کر رہی ہیں۔

عیسائی تبلیغ کے مرکز

ان کے کام کرنے کے مرکز (۱۳۴۰) ایک ہزار تین سو چالیس ہیں۔ مبلغ تیار کرنے کیلئے ۶۱ درسگاہیں ہیں۔ ان کے علاوہ (۱۰۷۷۹) عیسائی پادری کام کر رہے ہیں۔ عیسائی اُستادوں کی تعداد جن کا زیادہ وقت عیسائیت کی اشاعت پر صرف ہوتا ہے (۴۷۰۴۴) ہے۔ اور عیسائی ڈاکٹر اور دایا جو اس کام میں خصوصیت سے حصہ لیتے ہیں۔ ان کی تعداد (۹۸۱۵) ہے۔ تبلیغ کے لئے (۹۹) خالص مذہبی اخبارات ہیں جو مختلف زبانوں میں مختلف صوبجات سے شائع ہوتے ہیں۔ جن کے لئے ۴۳ پریس کام کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں (۱۵۸۲۰) سنڈے سکول (۳۴۱) یتیم خانے۔ (۴۰۸) ہسپتال۔ (۶۱۰) ہائی سکول۔ (۵۰) کالج (۹۸) زراعتی سکول۔ (۱۷۰) صنعتی سکول ہیں جن کے ذریعہ طالب علموں میں عیسائیت کی تبلیغ کیجاتی ہے ان سکولوں اور کالجوں میں (۴۸۰۴۴) استاد کام کرتے ہیں۔ اور دس لاکھ ساٹھ ہزار (۱۰۶۰۰۰۰) طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ پچاس لاکھ دو ہزار ایک سو چھتیس (۵۰۰۲۱۳۶) کالج میں اور ہائی سکولوں میں اور تقریباً ۵۶ لاکھ (۵۶۵۸۷۱۵) سنڈے سکولوں میں)

اس تمام تبلیغ کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ سنہ ۱۹۲۳ء تک لاکھوں تعداد میں ہندوستانی لوگ عیسائی بن چکے ہیں۔ (۴۶۲۹۲۷) گرجا کے باقاعدہ ممبر ہیں۔ جن سے (۱۸۵۳۰۷۶) روپیہ سالانہ چندہ عیسائیت کے لئے وصول ہوتا ہے۔ ممالک غیر سے جو کروڑوں روپیہ سالانہ آتا ہے۔ وہ علیحدہ رہا۔

ذیل میں بعض صوبوں میں عیسائیوں کے کام کا نقشہ درج ہے:۔

نام صوبہ	کل آبادی	عیسائیوں کی تعداد	عیسائی مبلغین کی تعداد	نام صوبہ	کل آبادی	عیسائیوں کی تعداد	عیسائی مبلغین کی تعداد
بنگال	۴۶۷۵۹۲۴۴	۱۰۴۰۵	۷۱۶	ریاست حیدر آباد	۱۲۴۷۱۷۷۷	۴۲۶۹۶	۲۰۶
بہار	۳۷۹۶۱۸۵۸	۳۰۳۳۵۸	۴۳۹	" کشمیر	۳۳۲۰۵۱۸	۱۶۳۴	۳۱
بمبئی	۲۶۷۵۷۴۴۸	۲۷۹۰۶۲	۹۴۸	احاطہ مدراس	۴۷۷۷۱۲۶۷	۲۸۱۶۲۰۱	۱۵۶۳
سی۔پی	۱۵۹۷۹۶۶۰	۷۷۷۱۸	۴۴۲	پنجاب	۲۵۱۰۱۰۶۰	۲۳۲۷۳۴	۵۸۷
				ریاستہائے پنجاب	۴۴۱۶۰۳۶	۳۸۸۹	—
صوبہ دہلی	۴۸۷۱۸۸	۱۳۳۲۴	۸۰	آگرہ و اودھ	۴۶۵۱۰۴۶۸	۲۰۳۱۷۱	۷۴۶

چند کار آمد حوالے
نمبر ۲

(۱)

بعض مسلمانوں پر بھی "ابن مریم" اطلاق پاجاتا ہے

علامہ زمخشری اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "وما یروی من الحدیث ما من مولود یولد الا و الشیطان یمسہ حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان ایاہ الا مریم و ابنھا فاللہ اعلم بصحتہ فان صح فمعناہ ان کل مولود یطمع الشیطان فی اغوائہ الا مریم و ابنھا فانھما کانا معصومین وکذالک کل من کان فی صفتھما" (تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۰۲)

یعنی "ما من مولود" والی حدیث کی صحت کی صورت میں مریم اور ابن مریم سے ہر وہ شخص مراد ہوگا۔ جسمیں انکے سے صفات پائی جائیں۔

دیکھئے! اہل علم بزرگ لفظ "ابن مریم" کو کس طرح وسیع کرگئے ہیں۔ اس وسعت کے لحاظ سے اور فحوائے حدیث کے مطابق ہزارہا بزرگ سید کونین کی پیروی سے "ابن مریم" بن چکے ہیں۔ سے

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن ٭ واں مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

پس حضرت مرزا صاحبؑ کا "ابن مریم" بن جانا جائے تعجب نہیں ٭

(۲)

کیا ہر نبی کیلئے "کتاب جدید" لانا ضروری ہے

غیر احمدی اور غیر مبائع دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے انکار کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کوئی کتاب نہیں لائے حالانکہ ہر نبی کے لئے کتاب لانا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ "اولئك الذین اٰتینٰھم الکتاب الآیہ۔ کہ ہم نے ان انبیاءؑ کو کتاب دی۔ پس حضرت مرزا صاحبؑ نبی نہیں۔

سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی جدید اور مستقل کتاب لائے۔ بلکہ اگر اسکو سابق کتاب کا فہم تام عطا کیا جاوے تب بھی اس پر یہ آیت صادق آئیگی چنانچہ علامہ شہاب الدین صاحب اسی آیت کے ماتحت لکھتے ہیں:۔ "وَالْمُرَادُ بِاِیْتَائِہِ اَلتَّفْھِیْمُ التَّامُّ لِمَا فِیْہِ مِنَ الْحَقَائِقِ وَالتَّمْکِیْنُ مِنَ الْاِحَاطَةِ بِالْجَلَائِلِ وَالدَّقَائِقِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِكَ بِالْاِنْزَالِ ابْتِدَاءً اَوْ بِالْاِیْرَاثِ بَقَاءً فَاِنَّ مِمَّنْ ذُکِرَ مَنْ لَّمْ یُنْزَلْ

عَلَیْہِ کِتَابٌ مُعَیَّنٌ (تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۵۲۲) کہ ایتاء الکتاب یعنی کتاب دینے سے یہ مراد ہے کہ ان کو کتاب کے حقائق کا فہم تام اور اسکے نکات و معارف پر احاطہ عطا کیا جاتا ہے۔ عام اس سے کہ یہ معرفت کسی کتاب کو نئے سر سے نازل کرکے دیجائے یا پہلی کتاب موجود ہی کے معارف پر اطلاع دیجادی کیونکہ اس آیت سے پیشتر مذکور شدہ انبیاءؑ میں بعض وہ بھی ہیں جن پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔ "ان الرسول لا یجب ان یکون صاحب شریعۃ مستقلۃ فان اولاد ابراھیم علیھم السلام کانوا علی شریعتہ" (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۸۶) کہ رسول کیلئے ضروری نہیں کہ وہ مستقل شریعت لادے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد (حضرت اسحقؑ و اسمٰعیلؑ وغیرہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر ہی عامل تھے۔"

:۔(۳):۔

حضرت مسیحؑ کا جائے نزول

عام طور پر غیر احمدی کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیحؑ نے تو دمشق میں نازل ہونا تھا لیکن جب ان کو اسکی تاویل (حقیقت) بتائی جاتی ہے۔ تو کہا کرتے ہیں۔ کہ ظاہر الفاظ کو لینا چاہیئے۔ ہم بتاتے ہیں۔ کہ مسیحؑ کی جائے نزول کے متعلق ظاہر الفاظ نا قابل عمل ہیں کیونکہ علّامہ سندی۔ ینزل عند المنارۃ البیضاء کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ "وَقَدْ وَرَدَ فِیْ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِالْاُرْدُنِّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِمُعَسْکَرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔" (حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ مصر) کہ جس طرح مسیحؑ کا جائے نزول دمشق کے مشرق کا سفید منارہ ہے اسی طرح بعض احادیث میں بیت المقدس اور بعض میں اردن اور بعض میں اسلامی لشکر بتایا گیا ہے۔

اب اس اختلاف کی موجودگی میں دمشق کو ہی متعین کرنا کہاں تک الفاظ ظاہری کا پاس ہے۔ یہ اختلاف ہی بتاتا ہے۔ کہ یہ سب الفاظ کسی اور حقیقت پر متضمن ہیں۔ بہر حال یہ اختلاف دمشق والے استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

:۔(۴):۔

دجّال ایک قوم ہے

یہ امر کہ دجّال سے کیا مراد ہے پہلے یہ حوالہ ملاحظہ ہو "فرمود رسول خدا صلعم برپا شود قیامت و باشند روم بیشتر از ہمہ کس مراد بروم درینجا نصرانیاں اند کہ قریب زمانہ قیامت بسیار شوند و حاکم اکثر روئے زمین گردند۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۴) کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قرب قیامت کے زمانہ میں نصاریٰ قوم بکثرت ہوگی اور روئے زمین کی حاکم بنجائیگی۔

اور دوسری طرف دجّال کے متعلق آتا ہے۔ "در روایتے آمده باقی نماند ہیچ شئے از ارض مگر آنکه پامالش کند دجّال و غالب شود براں الا مکہ و مدینہ" (حجج الکرامہ صلا۱۱) کہ حدیث میں آتا ہے کہ دجّال روئے زمین کی ہر جگہ کو پامال کریگا اور اسپر غالب آجائیگا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

ان دونو حدیثوں پر معمولی نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ دجّال سے کونسے افراد مراد ہیں۔ کیونکہ ایک وقت میں تمام روئے زمین پر اگر نصاریٰ کا غلبہ ہو گا تو دجّال کا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دجّال کا ہو گا تو نصاریٰ کا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دونو کو ایک ماننا ہی منشاء نبوی ثابت ہُوا۔

:: (۵) ::

حضرت مسیحؑ خالق نہ تھے

علّامہ ابو الفضل آیت اَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ (النحل ع۲) کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :- "والمراد بِمَنْ لَا يَخْلُقُ كُلُّ ما هذا اشاتُهُ مِنْ ذَوِي الْعِلْمِ والملٰئكةِ وعیسٰی علیهم السلام وغيرِهم مِنَ الاصنامِ" (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۳۵۶) کہ لا یخلق (ہرگز پیدا نہیں کرسکتے) میں فرشتے اور بُت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام داخل ہیں۔ یعنی انہوں نے کچھ خلق نہیں کیا۔

پس حضرت مسیحؑ کو حقیقی طور پر پرندوں وغیرہ کا خالق سمجھنا غلطی ہے

:: (۶) ::

کدعہ اور یمن

مہدیؑ کے متعلق احادیث میں آتا ہے۔ کہ وہ اس بستی میں پیدا ہو گا جسکو لوگ کدعہ کہتے ہونگے۔ اس حدیث میں صاف طور پر مولد مہدی کے بیان اور اس کے مصداق کی موجودگی کے باوجود عام طور سے غیر احمدی دوستوں کا خیال ہے کہ یمن کے علاقہ میں ایک بستی ہے جس کو کدعہ کہتے ہیں۔ اس سے حضرت مہدی کا خروج ہو گا۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خیال غلط ہے کیونکہ لکھا ہے :- "توریشتی در عقائد گفتہ کہ دہے در یمن باین نام نشان نمے دہند مگر آنکه در زمان قدیم بوده باشد و اکنوں نامش متغیر شده" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۸)

علّامہ توریشتی فرماتے ہیں۔ کہ یمن میں کدعہ نام کی کوئی بستی موجود نہیں۔ گذشتہ زمانہ میں اس نام کی بستی پائی جاتی تھی۔ مگر اب اس کا نام بدل گیا ہے۔

دوستو! دیکھو خداوند ہادی نے آپ لوگوں کی ہدایت کے لئے اس بستی کا نام ہی تبدیل کروا دیا تاکہ دھوکہ نہ لگے۔ کاش آپ غور فرما دیں ؛

:: (۷) ::

ہر وعیدی پیشگوئی مشروط ہوتی ہے۔

خاتمۃ الادباء علامہ ابوالفضل تحریر فرماتے ہیں:۔ "اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْمَشْهُوْرَ فِي الْجَوَابِ اَنَّ اٰيَاتِ الْوَعْدِ مُطْلَقَةٌ وَّاٰيَاتِ الْوَعِيْدِ وَاِنْ وَرَدَتْ مُطْلَقَةً لٰكِنَّهَا مُقَيَّدَةٌ حُذِفَ قَيْدُهَا لِمَزِيْدِ التَّخْوِيْفِ وَمَنْشَأُ الْاَمْرِ بَيْنَ عِظَمِ الرَّحْمَةِ وَنِهَايَةِ الْكَرَمِ وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يُّذْكَرَ نَعَمْ قَدْ يُطْلَقُ الْوَعْدُ عَلٰى مَا هُوَ وَعِيْدٌ فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ لِنُكْتَةٍ" (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۹) کہ وعدوں کی پیشگوئیاں اور اخبار ہمیشہ مطلق ہوتی ہیں۔ اور وعیدی پیشگوئیاں اگرچہ مطلق بھی وارد ہوں بہرحال مقید اور مشروط ہوتی ہیں اور زیادہ خوف دلانے کے لئے ان کی قیود اور شروط حذف کردی جاتی ہیں۔ لہذا ان شروط کو پورا کرنے والا ان سے فائدہ اُٹھا جاتا ہے۔ اس کا باعث خدا کی رحمت اور اس کا کرم ہے۔ وعدہ اور وعید میں واضح فرق ہے۔ اسکے ذکر کی حاجت نہیں۔ ہاں کبھی کبھی وعید پر بھی کسی حکمت کے ماتحت وعدہ کا لفظ اطلاق پاجاتا ہے فافہم۔

اب خواہ کسی وعیدی پیشگوئی کی شرط نہ بھی بتائی جاوے تب بھی اسکو مشروط ہی سمجھنا چاہئیے ہوسکتا ہے۔ کہ جس کے متعلق وہ پیشگوئی ہو۔ وہ اس شرط سے توبہ وغیرہ کے ذریعے فائدہ اٹھالے۔ لہٰذا کسی وعیدی پیشگوئی پر اعتراض مناسب نہیں۔

:-(۸):-

مسیح موعودؑ اور جزیہ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے تو شریعت کو بدل دیا ہے مثلاً جزیہ کو منسوخ کردیا۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ حضرت سرور کائنات نے ہی مسیح موعود کے لئے فرمایا تھا۔ کہ "یضع الجزیۃ" یعنی وہ جزیہ نہ لیگا اور اسکے وقت میں جزیہ نہ لیا جائیگا۔ اگر اسکے معنوں میں اختلاف ہو تو علامہ سندی کے ان الفاظ کو پڑھ لو "هٰذَا بَيَانٌ مِّنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ الْجِزْيَةَ فِيْ دِيْنِهِ اِلٰى زَمَانِ عِيْسٰى لَا اَنَّ عِيْسٰى يَاْتِيْ بِنَسْخِهَا" (حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ مصر) کہ آنحضرت صلعم کا فرمان "یضع الجزیۃ" اس بات کا بیان ہے کہ جزیہ شریعت اسلامیہ میں مسیح موعودؑ کی آمد تک ہی ہے۔ یہ نہیں کہ مسیح موعودؑ جزیہ کو منسوخ کریگا۔

اس صاف بیان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جزیہ کو منسوخ کردیا اور شریعت کو بدل دیا کہاں تک درست ہے؟ یضع الجزیۃ کی بجائے یضع الحرب بھی آیا ہے

اس پر اعتراض ہو تو بھی یہی جواب ہے۔

:(۹):

احادیث اور مسلمانوں کی موجودہ حالت

آنحضرت صلعم نے مختلف احادیث میں اُمت کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ بعض ناواقف ان احادیث کا مصداق موجودہ زمانہ کو تسلیم نہیں کرتے ہم ذیل میں نواب صدیق حسن خانصاحب کی شہادات درج کرتے ہیں۔

(۱) حدیث لا یبقی من الاسلام الا اسمہ۔ الحدیث لکھکر تحریر کرتے ہیں۔ "گوئم مصداق تام ایں حدیث زمانہ ماست" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۶۹) اور علماء زمانہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "وے نہ در شمار علماء ست ونہ در قطار فضلاء بلکہ سفیہے از سفہاء ست یا ناقص الایمانے ست از نقصا" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۷۰)

(۲) مسلمانوں کی یہود کے ساتھ شبراً بشبرٍ اور حذو النعل بالنعل مطابقت والی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔ "امروز مصداق اتم ایں خبر در اسلامیاں موجود و مشہود ست" (" صفحہ ۲۷۰) پھر فرماتے ہیں۔ "آنکہ خود را مسلمان میخوانند ایں مسلمانی نیست قیامت را نشانی ست" (صفحہ ۲۷۱)

(۳) ۷۳ فرقوں والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:- "بالجملہ آنچہ مخبر صادق از تفرق امت بر ہفتاد و سہ ملت خبر دادہ بود ظاہر شد" (" صفحہ ۲۸۳)

(۴) پھر موجودہ مسلمانوں کا سلف صالحین سے مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "واگر حال ایں زمانہ را باز گوئیم معلوم شود کہ در اہل اسلام ایں زمان خصوصاً در دیار ہندیہ ہیچ کس نیست کہ او را مسلمان نسبت بمسلمانانِ آں زمان تواں گفت الا ماشاء اللہ" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۱۷)

(۵)۔ لیسوا منی ولستُ منہم والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:- "وقد وقع بحیث لا یخفی علی ذی عینین وکان امر اللہ قدراً مقدوراً۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۲۳)

کہ ہر عقلمند جانتا ہے کہ یہ احادیث پوری ہو چکی ہیں اور مسلمان نہایت ہی ابتر حالت میں ہیں۔ ضرور تھا۔ کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہوں کیونکہ کان امر اللہ قدراً مقدورا۔

دوستو! سوچو کہ اگر مسیح موعودؑ نے اس وقت نہ آنا تھا۔ تو کب آنا تھا؟ امنوا وجروا۔

:(۱۰):

دجّال اور اس کا قتل

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:- "ھو المسیح الکذاب ویتبعہ من نساء الیہود ثلاثۃ عشر الف امرأۃ فرحم اللہ رجلا منع سفیہۃ ان یتبعہ والقوۃ علیہ یومئذ بالقرآن فان شانہ بلاء شدید" (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

کہ دجّال کا مقابلہ اور اس سے جنگ اور اس پر غلبہ قرآن مجید کے ذریعہ ہی ہوگا۔ پس چاہیئے کہ جو دوست دجّال کے قتل کا اور مفہوم سمجھتے ہیں وہ اسکی اصلاح کریں (میرزا حسین طہرانی اور اس کے متبعوں کی بھی اسی میں خبر ہے)

:(۱۱):

یاجوج و ماجوج اور ان کی ہلاکت

لکھا ہے: "ابوہریرہ مرفوعاً آوردہ کہ وُلِدَ لنوح سام و حام و یافث فولد لسام العرب و فارس والروم وولد لحام القبط والبربر والسودان وولد لیافث یاجوج و ماجوج والترک والصقالبۃ" (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۵) حضرت ابوہریرہ نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت نوح کے تین بیٹے ہوئے۔ سام۔ حام اور یافث۔ پھر سام کی اولاد عرب۔ فارس اور روم ہوئے۔ اور حام کی اولاد قبطی۔ بربری اور اہل سوڈان ہوئے۔ اور یافث سے ترک۔ صقالبہ اور یاجوج و ماجوج پیدا ہوئے۔

گویا یاجوج ماجوج ایک قوم ہے۔ جو دیگر اقوام کی طرح اس ربع مسکون پر آباد ہے اور ان کے علاوہ ہے اور اشتقاق لفظ کی تائید سے وہ اہل روس و جزائر وغیرہ متعین ہوئے۔

یاجوج و ماجوج کی ہلاکت بذریعہ سیف و سنان نہیں ہوگی بلکہ لکھا ہے: "ہلاک یاجوج و ماجوج ہم بدعائی او شود" (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۲) کہ یاجوج و ماجوج کی ہلاکت مسیح موعود کی دعا کے ذریعہ ہوگی۔

:(۱۲):

خلیفۃ اللّٰہ المہدی

اس حدیث کا حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سبقت قلم نے بخاری لکھ دیا جو بعض پروف دیکھنے والوں کی عدم تصحیح میں انسا ہل سا ہے۔ گو ایسی مثالیں غیر احمدیوں کے مسلمہ ائمہ میں بھی پائی جاتی ہیں مگر ہم ذیل میں اس حدیث کی ثقاہت اور صحت کے متعلق علامہ سندی کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: "کذا ذکرہ السیوطی وفی الزوائد ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات ورواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین"

کہ اس حدیث کو دیگر محدثین کے علاوہ سیوطی نے بھی ذکر کیا ہے۔ اور زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند بالکل صحیح اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔ اور حاکم نے بھی اسکو اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور نیز فرمایا ہے کہ یہ حدیث تو بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق بھی صحیح ہے۔" (حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ مطبوعہ مصر)

اب فرمایئے اگر ایسی صحیح حدیث بخاری کی طرف منسوب ہوگئی اور وہ بھی سہواً۔ تو کونسا ظلم ہوگیا

(۱۳)

المقفّیؐ کے معنی

بعض لوگ آنحضرت صلعم کے نام مبارک المقفّیؐ کے یہ معنی سمجھتے ہیں۔ کہ آپ آخری نبی ہیں اور اب کوئی نبی نہیں ہوگا حالانکہ یہ معنی درست نہیں کیونکہ کوئی خوبی کی بات نہیں اور نہ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام آسکتے ہیں۔ بلکہ اسکے درست معنی وہی ہیں جو علامہ ابن الانباری نے کیئے ہیں۔ "معناہ المتبعُ للنبیین علیھم السلام" (اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ۶ صفحہ ۱۴۳) کہ نبی کریمؐ نبیوں کیلئے متبع اور مستحق اطاعت ہیں۔ نبی آپکی اتباع کرینگے اور آپ متبوع ہونگے اور وہ تابع۔

اِن معنوں کی تائید آیت قرآنی وقفّینا من بعدہٖ بالرسل سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ باوجود حضرت موسٰیؑ کے مقفّی ہونے کے نبی آئے۔ ہاں وہ نبی موسٰیؑ کے تابع نہ تھے۔ اور یہاں پر آنحضرت صلعم کی تابعداری سے نبی بنینگے قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

(۱۴)

فترۃ رسولوں کی بعثت کی متقاضی ہے

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "اِنّ حُصُوْلَ الْفَتْرَۃِ یُوْجِبُ احْتِیَاجَ الْخَلْقِ اِلٰی بَعْثَۃِ الرُّسُلِ وَ اللہُ تَعَالٰی قَادِرٌ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَکَانَ قَادِرًا عَلَی الْبَعْثَۃِ وَ لَمَّا کَانَ الْخَلْقُ مُحْتَاجِیْنَ اِلَی الْبَعْثَۃِ وَ الرَّحِیْمُ الْکَرِیْمُ قَادِرًا عَلَی الْبَعْثَۃِ وَجَبَ فِیْ کَرَمِہٖ وَ رَحْمَتِہٖ اَنْ یَّبْعَثَ الرُّسُلَ اِلَیْھِمْ" (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۰) کہ فترۃ کا وجود بعثت رسل کو خلق کے لئے واجب ٹھیراتا ہے اور خدا تعالٰی بھی قادر ہے پس جب مخلوق بعثت رسل کی محتاج ہو اور خدا تعالٰی بعثت رسل پر قادر ہو تو اسکے کرم اور رحم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے واجب ہے کہ ان لوگوں کی طرف رسول بھیجے۔

مندرجہ بالا اقتباس محتاج تشریح نہیں۔ ہاں اگر فترۃ کے وجود کا ثبوت درکار ہو تو غالباً وہ بھی ہم نواب صدیق حسن خاں کے مندرجہ بالا الفاظ میں دے چکے ہیں۔

(۱۵)

لا نبی بعدی کا آسان حل

حدیث تبوک میں آنحضرت صلعم کا ایک یہ فقرہ منقول ہے اِلّا انہ لا نبی بعدی۔ غیر احمدی اور غیر مبائع اس کو بھی امتناع نبوت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس کا آسان جواب یہ ہے کہ چونکہ روایت بالمعنی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم کی حضرت علیؓ کے لئے نفی نبوت کو راوی نے عام سمجھ لیا ہے۔ جسکا ثبوت اسی حدیث کے دوسرے الفاظ سے ملجاتا ہے۔ چنانچہ البراءؓ بن عازب اور زیدؓ بن ارقم کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:۔

"قال یا علیؓ اما ترضیٰ ان تکون منی کھارون من موسیٰ غیر انک لست بنبي قال بلٰی یا رسول اللہ قال فانہ کذالک" (طبقات کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵ مطبوعہ مصر)

کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تجھے میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے ہوئی تھی ہاں تو نبی ہرگز نہ ہو گا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اچھا تب یہی بات ہے۔"

اس حدیث کے الفاظ "غیر انک لست بنبي" گویا لا نبی بعدی کی شرح ہیں جن سے لا نبی اور بعدی دونو حل ہو جاتے ہیں۔

:۔(۱۶):۔

وعدۂ الٰہی کے باوجود خود حفاظتی ضروری ہے

بعض نادان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو کہا تھا۔ کہ میں تم کو قتل ہونے سے بچاؤنگا تو وہ حج کیوں نہ جاتے خواہ راستہ ان کے لئے خطرناک بھی تھا۔ اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلعم کو مکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ لوگ آپ کو قتل نہیں کر سکینگے اور آنحضرت صلعم نے بھی یہ یقین کر لیا تھا کہ آپ قتل نہ ہونگے چنانچہ لکھا ہے:۔

"ثم اوحی الیہ واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس (بنی اسرائیل مکیہ) یقول سبحانہ احطت لک بالعرب ان لا یقتلوک فعرف علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ لا یقتل" (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۷)

"پھر آپ کی طرف آیت "واذ قلنا لک ان ربک" وحی ہوئی (جو کہ مکیہ آیت ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں عرب کے لوگوں سے آپ کو بچاؤنگا اور وہ آپ کو قتل نہ کر سکیں گے۔ پس آپکو بھی یقین ہو گیا۔ کہ آپ قتل نہ کئے جائینگے۔"

باوجود اس وعدۂ الٰہی کے آنحضرت صلعم جس طریق سے چھپکر مکہ سے نکلے اور غاروں میں چھپتے رہے۔ سو اگر اس پیشگوئی اور آنحضرت صلعم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت مرزا صاحب پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے فافھموا ایھا العاقلون ٭

یہ "چند کار آمد حوالے" کا نمبر ۲ ہے (قیمت ۔/۲) اس سے پہلے نمبر ا شائع ہو چکا ہے جو مل سکتا ہے احباب کو چاہیئے کہ اس قیمتی ذخیرہ معلومات کو جو مناظرات و گفتگو میں بہت کام آنیوالا ہے اور غیر احمدیوں پر اتمام حجت کرنے والا ہے محفوظ رکھیں اور بطور تبلیغ اسکی اشاعت کریں۔ تشحیذ قادیان

شکوہ غصب خلافت حضرت ابوتراب ؑ اور اُس کا جواب باصواب

شیعہ صاحبان مُدّت مدید سے شاکی ہیں کہ خلافت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خلیفہ مخصوص بلافصل یعنی علی علیہ السلام کا حق مخصوص تھا۔ اور جس کا اعلان آنحضرت صلعم ابتدائی بعثت سے لیکر تا روز وفات حسرت آیات بلکہ بعض روایات کی بنا پر بعد از وفات بھی ہر موقعہ و ہر اژدحام بلکہ رات دن اور صبح و شام فرماتے رہے۔ ابوبکر نے بتائید عمر و دیگر مہاجرین قریش و انصار ستم کیش بکمال بے دردی و سنگدلی جناب علی علیہ السلام سے غصب کر لیا۔

اس خیال سے کہ شائد کوئی منطقی شیعہ کہدے کہ غصب خلافت تو ممکن ہی نہیں ہماری علمائے اسلام و الٰہیہ نظام اہلبیت علیہم السلام میں سے امید نہیں کہ کوئی بھی اس امر کا قائل ہوا ہو۔ اسواسطے مختصراً ذیل میں چند روایات کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے جس سے بوجہ احسن واضح ہو جائیگا۔ کہ غضب خلافت کا شاکوہ صدر اوّل سے لیکر آجتک صرف اسی دنیا شیعوں کے اماموں اور شیعوں کی طرف سے ثابت ہے بلکہ احادیث رجعت میں وارد ہے کہ اس دار و گر میں بھی بڑے زور و شور کے ساتھ اس غصب کا انتقام منجانب حضرت سیدنا بارگاہ نبویؐ میں باضابطہ دائر کیا جائیگا۔ اور فرد جرم لگا کر ابوبکر و عمر اور اُن کے ہوا خواہوں سے حسب دلخواہ انتقام لیا جائیگا۔ اور یہ بمنزلہ عذاب دنیاوی متصور ہو گا۔ اور پھر بروز قیامت جو کچھ اس ارتکاب عظیم کا خمیازہ بھگتنا ہے وہ مزید بر آں ہے۔ ؎

کُھلینگے شکووں کے جبکہ دفتر اِدھر ہمارے اُدھر تمہارے ٭ تو کیا کیا گذری گی آہ دِل پر اِدھر ہمارے اُدھر تمہارے

۱۔ کلینی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے خواب میں دیکھا کہ ابوبکر و عمر اور بنی امیہ میرے منبر پر چڑھ گئے ہیں تو آپ کو سخت ناگوار گذرا کہ میرے پیچھے میرے وصی کے حق کو غصب کر لینگے۔ تو خدائے تعالیٰ نے آپؐ کی نسل کے لئے یہ آیت بھیجی۔ "ان الّذین کفروا و ظلموا لم یکن اللّٰہ لیغفر لھم الخ" کہ بعد از او غصب کنند حق وصی او را" حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۱۸۶

۲۔ ابن ماہیار نے امام حسین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ نزول آیۂ اَم حسب النّاس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا و ھم لا یفتنون۔ پر جناب علی علیہ السلام نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ کہ

اس فتنہ سے کونسا فتنہ مراد ہے ؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم ہی ہو - کہ خدا نے تمھاری امامت سے لوگوں کا امتحان کیا اور ابتلا میں ڈالا - اور تم کو اس بارہ میں اُن سے مقابلہ کرنا پڑیگا - جو تیری خلافت کو غصب کرینگے اور تیری امامت کے قائل نہ ہونگے - پس مقابلہ کے لئے اپنی حجّت کو تیار رکھو (حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)

۳ - کلینی نے روایت کی ہے عمّار ساباطی سے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ آیت قل تمتع بکفرک قلیلاً انّک من اصحاب النار میں کفر سے مراد وہ خلافت ہے کہ ابوبکر نے لوگوں پر ناحق دعویٰ کیا - اور علیؑ کے حق کو غصب کرلیا - نہ خدا کی طرف سے خلیفہ تھا نہ رسولؐ کی جانب سے پس کافر ہوگیا - فرمودؑ کہ مراد بکفر آں خلافتے بود کہ بناحق دعویٰ کرد بر مردم و حق علیؑ را غصب کرد نہ از جانب خدا خلیفہ بود نہ از جانب رسولؐ پس کافر شد" (حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

۴ - بسند ہائے معتبر امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ابوبکر منافق نے امیر المومنین (علیؑ) سے خلافت غصب کرلی - تو انہوں نے اس سے فرمایا - کیا رسولِ خداؐ نے تم کو میری اطاعت کا حکم نہیں فرمایا تھا اس منافق نے کہا کہ نہیں تو - اور اگر حکم کرتے تو میں اطاعت کرتا - اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر اب پیغمبرؐ کو دیکھ لے اور وہ تم کو میری اطاعت کا حکم دیدیں تو پھر تو کروگے - اس نے کہا ہاں تا آخر روایت - و ایضاً بسند ہائے معتبر بسیار از اں حضرت (صادق) روایت کردہ اند کہ چوں ابوبکر منافق از حضرت امیر المومنین غصب خلافت کرد حضرت با او گفت - تا آخر - (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۹)

۵ - مفضل نے رجعت کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے - جب کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں جناب علیؑ اور حسنینؓ بھی موجود ہونگے - "پس حضرت فاطمہؑ اپنی داستان شکایات کو شروع کرینگی - ابوبکر و عمر سے - کہ مجھ سے فدک لے لیا - اور جبقدر میں نے دلائل اُنکو سنائے عبث ثابت ہوئے - اور جو دستاویز (ہبہ نامہ فدک) آپؐ نے مجھ کو عنایت فرمائی تھی - مجھ سے لے لی اور مہاجر و انصار کے سامنے گندے منہ کی تھوک سے اس پر تھوک کر پھاڑ ڈالی - اور میں آپکی قبر پر (دوڑی) آئی - اور انکی شکایت آپ سے کی - اور (اس طرح) ابوبکر و عمر نے سقیفہ بن ساعدہ میں جاکر دوسرے منافقوں سے اتفاق کرکے خلافت کو میرے شوہر سے غصب کرلیا تا آخر" "ابوبکر و عمر بہ سقیفہ بنی ساعدہ رفتند و با منافقان دیگر اتفاق کردند و خلافت را از شوہر من امیر المومنین غصب کردند"
(رسالہ رجعت باقر مجلسی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۸)

اعتراض زیر بحث کے قائم کرنے کیلئے اسی قدر حوالے کافی ہیں جنکو مطالعہ کرنے کے بعد امید نہیں کہ کوئی عقلمند اس مسئلہ کو شیعوں کا ایک مسلّمہ اور متفق علیہ قرار دینے میں اب بھی انکار کرسکے - ہاں یاد

رہے کہ مسئلہ غصب خلافت شیعوں کی طرف سے تو محض ایک اتہام یا بہتان ہے۔ جیسے کہ انشاء اللہ آگے چل کر ثابت ہو جائیگا۔ لیکن ہماری طرف سے اس کا شیعوں کو منسوب کرنا ہرگز ہرگز اتہام نہیں ہے۔

اب میں خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے حتی الوسع اس قدیم وسوسہ و بہتان دیرینہ کی تردید بطرز جدید اور مختلف پہلوؤں سے کرتا ہوں:۔

اوّل۔ جاننا چاہیئے کہ خلافت درحقیقت چیز کیا ہے اور آیا اُس پر غصب کا اطلاق درست ہے یا نہ؟۔ واضح ہو کہ مطلق خلافت کی ماہیت اور اسکی علمی تعریف لُغوی یا اصطلاحی کی تحقیق کیلئے کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں موجودہ زمانہ کے ایک بہت بڑے شیعہ محقق و فاضل فلاسفر علاّمہ کنتوری کے ملفوظات سے ہی ہمارا مدعا پورا ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ اخبار اثنا عشری دہلی میں ایک حدیث کی تشریح میں انہوں نے تحریر فرمایا تھا اور میں نے حُسن اتّفاق سے یا اقتضائے مذاق سے اس خاص موقعہ کو نوٹ بُک میں نقل کر لیا تھا۔ مثل مشہور ہے:۔ "داشتہ آید بکار"۔ چنانچہ وہ نوٹ آج کار آمد ہو گیا۔ فرماتے ہیں:۔

"خلافت مخصوصہ اور نبوّت ایسی چیز نہیں کہ جسکو کوئی چھین کر غصب کر لے بلکہ خدائے عزّ و جل بھی اگر کسی نبیؑ یا خلیفہ نبیؑ کو معزول کرے بفرض محال تو اس کے علم عواقب امور پر شبہ پیدا ہوگا جناب امیر علیہ السلام خلیفہ مخصوص تھے۔ آپکی خلافت کوئی غصب نہیں کر سکتا تھا۔ ××× بلکہ زمانہ خلفائے ثلاثہ میں بھی جو کام مخصوص خلیفہ نبیؑ سے تھا۔ وہ ہمیشہ حضورؑ سے ہی انجام پاتا رہا۔ بے شمار روایات فریقین سے اسکا ثبوت ہم اور ہماری علماء نے کر دیا ہے۔" (اخبار اثنا عشری مطبوعہ ۱۳ر فروری سنہ ۱۹۱۲ء صفحہ ۵)

علاّمہ کنتوری جن کو ہندوستان کا طوسی یا طوری یا ثانی مؤلف نجم ثاقب علاّمہ میرزا حسین النوری کہنا چاہیئے۔ کے کلام سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ خلافت مخصوصہ یعنی جو بحکم خدا و رسولؐ قرار پائے۔ وہ سرے سے قابل غصب ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدائے عزّ و جل بھی جو مالک اور علیم اور علےٰ کُلّ شیءٍ قدیر ہے اگر کسی شخص کو پہلے نبیؑ یا خلیفہؑ مقرر کر دے اور پھر اسکو منصب نبوّت و خلافت سے معزول کر دے تو اسکے ایسا کرنے سے یہ نتیجہ نکلیگا کہ گویا خدا کو اپنے کاموں کے انجام کا علم نہیں ہوتا۔ اور ایسا بیخبر ہونا اس کی شان علیم و خبیر سے بہت ہی بعید ہے۔ یعنی اس خدا کو ایسی اشد ضرورت ہی کیا پڑی تھی کہ ایسے نالائق اور ناقص انسان کو نبیؑ یا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ کہ بعد مقرر کرنے کے پھر آپ ہی اس کو معزول کر دیا۔ فتدبروا

اسکے سوا آپ فرماتے ہیں کہ زمانہ خلفائے ثلاثہ میں بھی ایسے کام جن کو خدا و رسولؐ کا مخصوص خلیفہ

انجام دیتا ہے۔ انکو ثلاثہ انجام نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ جناب علی علیہ السلام ہی انجام دیتے رہے چلو چھٹی ہوئی
کیوں شیعہ صاحبان! اتنے بڑے فاضل متبحر اور علامۃ العصر جامع معقول و منقول ماہر فروع
واصول کی دیانت و شہادت پر بھی آپ کو کافی تسلی ہو سکتی ہے یا نہ؟ اگر نہیں ہوتی تو اور زبردست
شہادت سنئے۔

دوم۔ جو پانچ روایات غصب خلافت کے اثبات میں اوپر لکھی گئی ہیں۔ انکے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم
ہو چکا ہے کہ کس طرح صاف طور پر ابوبکر و عمر کو منافق اور کافر اور دشمن خدا و رسولؐ وغیرہ وغیرہ کہا گیا ہے
ا۔ اُدھر جناب علی علیہ السلام کو احادیث صحیحہ میں خدا کی تلوار فرمایا گیا ہے۔ جو کافروں اور
منافقوں پر کھچی رہتی ہے۔ کہیں مروی ہے کہ علیؑ خدا کے دشمنوں کے لئے خدا کی تلوار ہے۔ علیؑ خدا کا
کلمۃ العلیاء یعنی علیؑ کا بول بالا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کا کلمہ سفل (پست) ہے۔ ××××
"علی سیف اللّٰہ یسلہ علی الکفار والمنافقین"۔ غایۃ المرام مطبوعہ ایران سنہ ۱۲۷۲ھ مؤلفہ
سید ہاشم البحرانی معاصر شاہ سلیمان صفوی بادشاہ ایران مقصد الثانی باب ۴۶ حدیث نمبر ۱۱
ب۔ علیؑ نور اللّٰہ فی بلادہ ×× سیف اللّٰہ علی اعدائہ ووارث علم انبیائہ
علیؑ کلمۃ اللّٰہ العلیا وکلمۃ اعدائہ السفلیٰ۔ المخالف علی علی بن ابیطالب بعدی
کافر والمشرک بہ مشرک۔ (غایۃ المرام ایضاً باب ۲۳ حدیث اوّل بروایت بابویہ فی امالیہ صفحہ ۱۴۵)
اسی قسم کی ایک حدیث بحوالہ شیخ طوسی ام المومنین میمونہ سے باقر مجلسی نے بھی بزبان فارسی ترجمہ
فرمائی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ علیؑ ہدایت کے علم اور جھنڈے ہیں اور علیؑ خدا کی شمشیر ہیں۔
جسکو خدا کافروں اور منافقوں کے لئے غلاف سے نکالتا ہے۔

"شنیدم از رسول خداؐ کہ مے گفت کہ علیؑ آیت و علامت حق است و علم و رایت ہدایت است
علیؑ شمشیر خدا است کہ اورا از غلاف مے کشد برائے کافراں و منافقاں"۔ (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۰)
ج۔ ایک اور روایت میں ہے کہ علیؑ بندگان خدا پر ید اللّٰہ المبسوطۃ یعنی خدا کے پھیلے
ہوئے ہاتھ ہیں:۔ لا اقبل عمل عامل منھم الا بالاقرار بولایتہ مع نبوۃ احمد رسولی
وھو یدی المبسوطۃ علی عبادی۔ بحوالہ ابن بابویہ غایۃ المرام مقصد اوّل باب ۱۳ حدیث نمبر ۲۸)
د۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس (علیؑ) کی جماعت خدا کی جماعت ہے اور اس کے شیعہ
خدا کے مددگار ہیں۔ اور اسکے دوست خدا کے دوست اور اسکے دشمن خدا کے دشمن ہیں:۔
فحزبہ حزب اللّٰہ وشیعتہ انصار اللّٰہ واولیائہ اولیاء اللّٰہ واعدائہ اعداء اللّٰہ

بروایت ابن بابویہ غایۃ المرام مقصد اوّل حدیث نمبر ۱۵

ھ ۔ دوسری حدیث میں جناب علیؓ کو مخاطب کرکے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تمہاری نافرمانی میری نافرمانی ۔ اور تیرا لشکر میرا لشکر اور میرا لشکر خدا کا لشکر ہے ۔ اور جو کوئی خدا اور اس کے رسولؐ اور مومنین کو دوست رکھے (وہ حزب اللہ میں داخل ہو جاتا ہے) اور اللہ کا لشکر ہی غالب رہتا ہے ۔ ع

معصیتک معصیتی وحزبک حزبی وحزبی حزب اللہ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون ۔ (غایۃ المرام حدیث نمبر ۳ مقصد اوّل بحوالہ ابن بابویہ)

اگر واقعی جناب علی علیہ السلام کافروں اور منافقوں کے لئے خدا کی تلوار اور خدا کے ہاتھ اور آنکا ہمیشہ بول بالا اور انکے اعداء و مخالفین اور دشمن ناکام و نافرجام ہی رہنے والے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ تلوار بوقت غصب خلافت کس طرح دو بزدل کافروں یا دو بھگوڑے منافقوں کے آگے کُند ہو گئی ۔ بلکہ نیام سے ہی نہ نکلی ۔ اور خدا کا ہاتھ کوئی قدرت کا کرشمہ نہ دکھا سکا ۔ اور حزب اللہ مغلوب اور حزب الشیطان غالب رہا ۔

حاصل کلام یہ کہ ان مذکورہ بالا حدیثوں کو صحیح مان کر کوئی عقلمند تجویز نہیں کریگا کہ جناب علی علیہ السلام جیسے عظیم الشان انسان سے خلافت غصب کر لی گئی ہو ۔ ورنہ جو بے شمار شبہات اور قباحتیں خدا اور اسکے رسولؐ اور آن کے سچے وعدوں اور بشارات پر عائد ہوتی ہیں ۔ شیعہ آن کی جوابدہی کے ذمہ دار اور انکی تکذیب پر معذّب ہونے کے لئے تیار رہیں ۔

سوم ۔ علاوہ دیگر صفات کے جو ائمہ اہلبیت کرام علیہم السلام کے لئے شیعوں میں مسلّم ہیں ۔ ایک صفت شجاعت بھی ہے ۔ جسکی نسبت جیسے کہ عام طور پر مشہور بھی ہے ۔ جناب علی علیہ السلام نے بہت کچھ حصّہ پایا ہے ۔ چنانچہ آپ کو شیر خدا اور غالب علی کل غالب کہا جاتا ہے ۔ ہاں جنگ اُحد کے دن تو آسمان سے ملائکہ بھی بول اُٹھے تھے ؛ ۔ لا نتیٰ الا علیؓ لا سیف الا ذوالفقار ۔

ہمارے پنجاب کے علاّمہ سید علی الحائری صاحب اس صفت شجاعت کے متعلق فرماتے ہیں :-

" مے باید کہ در امام انام شجاعت بودہ باشد برائے دفع دشمنان و فتنہ ہا و برائے انداختن اہل باطل و غالب گردانیدن حق زیرا کہ ہرگاہ امام کہ سرگردہ تمام انام است بگریزد ضرر عظیم البتہ بہ دین مبین عائد و حاصل شود ۔ بخلاف گریختن بعضے از رعایا " (غایۃ المقصود مجلد الثانی مطبوعہ شمس الہند لاہور)

ترجمہ :- لازم ہے کہ لوگوں کے امام میں شجاعت (کا جوہر ضرور) ہو تا کہ دشمنوں اور فتنوں کو دور کر سکے اور باطل پرستوں کو مغلوب اور حق غالب کر دے ۔ کیونکہ اگر امام جو تمام مخلوق کا امام ہے دشمنوں کے

خوف سے) بھاگ جائے تو دین مبین کو بڑا ہی نقصان پہنچے۔ برخلاف رعیت میں سے کسی کے بھاگ جانے کے۔ (یعنی رعیت میں سے کوئی ایک دو نفر دشمنوں کے مقابلہ سے عاجز آکر بھاگ جائیں تو دین کو چنداں حرج نہیں پہنچتا۔ لیکن اگر امام بھاگ جائے تو پھر تو بڑی ہی قباحت ہے۔ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ خادم)

تو اس خاص صفت پر ہی غور کر کے فرمائیے کہ غصب خلافت کے بعد کیا جناب علیؑ اس صفت خاص کے موصوف رہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ صفات فاخرہ علم و شجاعت میں مروی ہے کہ سب امام مساوی ہوتے ہیں علی بن جعفر عن ابی الحسن علیہ السلام قال قال لی "نحن فی العلم والشجاعۃ سواء" اصول کافی صفحہ ۱۲۱ گویا جناب علی علیہ السلام اور باقی کے گیارہ امام۔ حضرت مہدی آخر الزمان تک اپنے اپنے زمانہ میں سب ہی بمقابلہ تمام مخلوق خدا اعلم و اشجع (بہت بڑے عالم اور بڑی ہی بہادر) ہیں۔ تو غصب خلافت کے تسلیم کرنے میں سب ہی کو بمقابلہ ابو بکر و عمر کے مغلوب اور بھگوڑا ماننا پڑے گا نہ صرف ایک جناب علی علیہ السلام کو۔ اور جسقدر ابو بکر و عمر کی مذمت کرو اور انکو کافر و منافق۔ بھگوڑے۔ کمینہ۔ بت پرست۔ شرابخور وغیرہ وغیرہ القاب سے یاد کرو۔ اسیقدر بلکہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ اپنے اماموں کی مذمت کے مرتکب ٹھیرو گے۔ مثلاً تم نے جو جھوٹ موٹ مشہور کر رکھا ہے کہ ابو بکر عمر کسی جنگ میں بھی ثابت قدم نہ رہے۔ بلکہ اکثر فرار کرجانیوالوں کا ساتھ دیتے تھے دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ دونو بھگوڑے تھے۔ تو جب جناب علی علیہ السلام ایسے بھگوڑوں کے مقابلہ میں بھگوڑے ثابت ہوں۔ اور بھگوڑے غالب اور کامیاب رہیں تو معلوم ہوا کہ جناب علیؑ بھگوڑوں کے بھگوڑے یعنی پرلے درجہ کے بھگوڑے تھے۔ اور باقی امام بھی علی ہذا القیاس جو باوجود ویسی ہی شجاعت رکھنے کے اس کامی و گریز و شکست ندامت انگیز کے داغ کو اپنے پاکدامن سے کسی طرح بھی دور کرنے پر اب تک قادر نہیں ہو سکے۔ پس اس سے بڑھ کر مقام خجالت و محل ذلت کیا ہو سکتا ہے؟

چہارم۔ پھر غصب خلافت کے قائلین کو معلوم ہو کہ ایسا شرمناک عقیدہ رکھ کر گویا وہ امامت جیسے اصل دین کی اُس اصل غرض و علت غائی کو ہی عبث ٹھیراتے ہیں جسکو ضروری قرار دیکر ہر ایک زمانہ میں ایک نہ ایک نبیؑ یا نبیؑ کے قائم مقام یعنی خلیفہ و امام کی ضرورت کو اور پھر انکی اطاعت کو لابد اور ناگزیر قرار دیا گیا ہے۔

جناب قاضی نور اللہ صاحب شوستری فرماتے ہیں:-

"چون عالم مقر طوائف امم و محل تنازع و تحاسد اصناف بنی آدم است نہ شاید کہ خالی باشد از لطف وجود یکے از حجت ہائے خدا کہ بعد از انبیاء اوصیاء اند و ائمہ ہدیٰ یا ظاہر مشہور یا غائب مستور تا حفظ کتاب خداوند تعالیٰ و سنت رسول مجتبائی او صلی اللہ علیہ و آلہ نمائید و بندگان را بطریق رضیہ حسن معاد و معاش بر نہج حکم الٰہی کہ شریعت عبارت از اں است تعلیم فرمائید و از ظلم و تناہی و تعدی بہ زواجر اوامر و نواہی حضرت پادشاہی جل شانہ و اعظم برہانہ باز دارند و صدق مقدمہ شرطیہ مذکورہ نزد عقل سلیم بغایت ظاہر است مجالس المومنین" دیباچہ مطبوعہ ایران ۱۲۹۹ھ ص ۶۔

یعنی چونکہ یہ جہان مختلف امتوں کے ٹھیرنے کی جگہ اور بنی آدم کے جملہ اقسام کے باہمی جھگڑوں اور ایک دوسرے سے حسد کرنیکا مقام ہے۔ اس لائق نہیں کہ خالی رہے۔ خدا کے ماموروں یعنی انبیاء کرامؑ کے بعد اُن کے اوصیاء اور ائمہ ہدیٰ جو خواہ ظاہر اور مشہور ہوں یا غائب و پوشیدہ۔ میں سے کسی نہ کسی وجود خیر آمود سے خالی رہے۔ تاکہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول مقبولؐ کی سنت کی حفاظت کریں۔ اور خدا کے بندوں کو خدا کے حکم کے مطابق جس سے مراد شریعت ہی۔ دین اور دنیا کی بھلائی کو اچھی طرح سے تعلیم فرمائیں۔ اور انکو ظلم و جفا اور زیادتی (کے ارتکاب) سے خداوند کریم کے امر و نہی کی جھڑک اور دھمکیوں سے روکے رکھیں۔ اور عقلمند کے نزدیک اس اصولی تمہید کی سچائی نہایت واضح ہے۔

معزز ناظرین! آپنے فاضل شوستری کی تقریر کو ملاحظہ فرمالیا۔ دیکھئے کس شدومد سے بدلائل عقلیہ بعد انبیاء کرامؑ کے امام کی ضرورت کو جتلایا اور خواص و عوام اہل اسلام سے اپنے حسن استدلال پر خراج تحسین کا مطالبہ فرمایا ہے۔ ہم بھی اس زرین اصول کو سنکر آمنا و صدقنا کہتے ہیں۔ بلکہ اسی اصل کی بنا پر ہم اپنے زمانہ کے مامور یزدانی عالم ربانی معلم روحانی حضرت مہدی و مسیح قادیانی علیہ السلام پر صدق دل سے ایمان لے آئے۔ کیونکہ زمانہ ایک مدت مدید سے برخلاف سنت مستمرہ قدیم حجۃ اللہ کے فیوض سے خالی پڑا ہوا تھا۔ خیر تو اب زمانہ بعد وفات حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حالات پیش آمدہ کو سامنے رکھیئے۔ بقول شیعہ اسوقت کے امام منصوص منجانب اللہ و خلیفہ مخصوص رسول اللہؐ جناب امیر المومنین تھے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ تو امت محمدیہ کی صلاحیت کتاب خدا اور سنت رسول اللہؐ کی حفاظت۔ روزمرہ کے فسادات و تنازعات کی روک تھام ظلم و تعدی کرنے والوں کا خاطر خواہ واقعی انتظام اُن کا فرض منصبی تھا۔

اگر کوئی منطقی شیعہ یہاں پر کہہ اُٹھے کہ ہم کسی غیر معصوم شیعہ عالم فاضل کے اجتہاد خاص کے پیرو نہیں ہیں۔ جب تک کسی امام معصوم کی کوئی روایت نہ دکھاؤ۔ اسواسطے اب کچھ خلاصہ روایات حضرات معصومین سے بھی عرض کر دیتا ہوں۔ جس میں خلافت و امامت کی ماہیت اور تعریف شامل ہے۔

فاضل کلینی امام رضا علیہ السلام کی زبان مبارک سے ایک طویل حدیث کافی میں لائے ہیں جسمیں امامت و خلافت و امام کے متعلق بکرّات و مرّات تشریح فرمائی ہے:۔

تعریف امامت:۔ ان الامامۃ خلافۃ اللہ وخلافۃ الرّسولؐ ومقام امیر المومنین علیہ السلام

××× ان الامامۃ زمام الدّین ونظام المسلمین وصلاح الدنیا وعزّ المومنین۔ و ان الامامۃ اسّ الاسلام النّامی وفرعہ السّامی۔

تعریف امام:۔ انّ بالامام تمام الصّلوٰۃ والزکوٰۃ والصّیام والحج والجھاد وتوفر الفئ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف الامام یقیم حدود اللہ ویذب عن دین اللہ۔ اصول کافی صفحہ ۱۲۰

مفزع العباد فی الدّاھیۃ النّاد ×× امین اللہ فی خلقہ وحجّتہ علی عبادہ وخلیفتہ فی بلادہ ××× غیظ المنافقین وبوار الکافرین ص۱۲۱

×××والامام لایجھل وراع لاینکل۔ عالم بالسیاسۃ ×× حافظ الدّین اللہ ص۱۲۲

البسہ اللہ تاج الوقار ×× لاینال ما عند اللہ الا بجھۃ اسبابہ ×× لم یزل مرعیا بعین اللہ یحفظہ ویکلأہ ویسترہ مطرودا عنہ حبائل ابلیس وجنودہ مدفوعا عنہ وقوب الغواسق ونفوث کل فاسق ص۱۲۳

یعنی امامت سے مراد خدا اور رسولؐ کی نیابت ہے۔ اور وہ شایاں شان جناب علی علیہ السلام ہے۔ امامت دین کی باگ ہے۔ اور مسلمانوں (کو قومیت قائم رکھنے) کا دھاگا (جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگا انکو قائم رکھتا ہے) اور بہبودی دنیا کا ذریعہ اور مومنوں کی عزّت کا باعث۔ امامت شجر اسلام کی جڑ ہے جو بڑھنے والی ہے اور اس کی شاخ بلند ہے۔

امام کی تصدیق سے ہی وابستہ ہے مقبول خدا ہونا اعمال نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج و جہاد کا اور زیادہ ہونا مال فی کا جو غلبہ کے وقت مشرکین سے ہاتھ لگتا ہے۔ اور صدقات کی زیادتی اور جاری کرنا حدود کا مفسدہ پردازوں پر۔ اور فیصلہ کرنا فریقین اہل نزاع میں اور مقبوضات اسلام کی سرحدات و اطراف کو مشرکین سے محفوظ رکھنا۔

امام حدود خدا کو قائم رکھتا ہے۔ اور عاجز کر دینے والی مصائب میں بندگان خدا کی جائے پناہ ہے۔ اس کے بندوں پر حجت ہے۔ اور اس جل شانہٗ کا خلیفہ ہے اُس کے ملکوں میں۔ منافق اس کی شان کو دیکھ کر کُڑھتے ہیں۔ اور کفار کے لئے ہلاکت کا موجب۔ امام پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور وہ حقوق الٰہی کی رعایت مدّ نظر رکھتا ہے۔ کہ کسی حق کے پورا کرنے میں توقف نہیں کرتا۔ (رموز) سیاست سے واقف ہوتا ہے۔ دین خدا کا محافظ ہوتا ہے۔ خدا نے اپنی سب مخلوق میں اسکو وقار کا تاج پہنا رکھا ہوا ہے۔ ××× جو کچھ خدا کے پاس ہے۔ اسکو نہیں پایا جا سکتا۔ مگر امام کے ہی وسائل سے۔ ××× خدا کی نگہ میں ہمیشہ اسکی رعایت کی جاتی ہے۔ اور خدا اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اسکی پردہ پوشی کرتا ہے۔ شیطان کے دام اور شیطان کے لشکر ہمیشہ اُس سے ہٹائے جاتے ہیں شبہات کی تاریکیوں اور ہر ایک فاسق کی دراندازیوں کو امام تک رسائی نہیں "

مذکورہ بالا خصوصیات متعلقہ منصب جلیلہ امامت اور نوازشات الٰہیہ مشمولہ امام منصوص جو خاص اصول کافی اور اسکی شرح فارسی صافی سے بطور نمونہ اقتباس کی گئی ہیں۔ عقلمند تو عقلمند کسی معمولی سمجھ والے انسان کو بھی اگر سُنائی جائیں۔ تو انشاء اللہ مسئلہ غصب خلافت کو وہ ایک لحظہ کے لئے بھی تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ پھر نہایت ہی تعجب کی بات ہے کہ شیعوں کے بڑے بڑے عالم فاضل اس غصب خلافت کے قائل چلے آتے ہیں۔ اور اسکو ایک لازمہ مذہب شیعہ قرار دے رکھا ہے۔ اور خیال نہیں کرتے کہ اسکے قائل ہونے اور اسکو امر واقعہ ماننے سے جناب رسول صلعم اور جناب علی علیہ السلام کی کسقدر کسر شان اور کتنی خفت ہو جاتی ہے؟ اور قادر و توانا خدا کی خدائی کی عظمت وکمال قدرت پر کسقدر شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔

پنجم:- جو امام منجانب اللہ اور منصوص ہو حسب اعتقاد شیعہ ضروری ہے کہ اس کے پاس تمام انبیاء سابقین کے صحیفے اور تبرکات اور آثار موجود ہوں اور کئی ایک خاص عطیات ظاہری و باطنی جو آنحضرت صلعم کو خداوند کریم نے عطا فرمائے۔ اور پھر انہوں نے جناب علی علیہ السلام کو سب اہل اسلام کے سامنے اپنی زندگی میں عطا فرمائے۔ منجملہ اُن کے بعض چیزیں تو ایسی ہیں جو از قبیل مادیات اور موجود و محسوس ہیں اور بعض ایسی ہیں جو غیر مادی اور غیر محسوس ہیں۔ اور اُن سب کی تفصیل ذیل میں عرض کیجائیگی۔ تو جو لوگ غصب خلافت کے قائل ہیں۔ انکو ثابت کرنا پڑیگا۔ کہ ابوبکر یا عمر کسوقت ان مذکورہ بالا چیزوں کو جناب علی علیہ السلام کے قبضہ و تصرف سے مالکانہ غصب کر کے لے گئے تھے۔ کیونکہ غصب کا اطلاق تو جبھی درست ہوتا ہے کہ کسی چیز پر اس فعل مذموم کا ارتکاب بھی ثابت ہو۔ چنانچہ غصب کی تعریف

شیعہ کی مسلمہ لغت حدیث میں بھی مرقوم ہے کہ۔ ازراہ ظلم و بے انصافی کسی غیر کے مال کو مستقل طور پر اپنے قبضہ میں لانا۔ تکرر ذکر الغصب فی الحدیث وھو الاستقلال الید باثبات علی مال الغیر ظلماً و عدواناً۔ مجمع البحرین مطبوعہ ایران زیر لفظ غصب صفحہ ۱۲۶

لیکن جب صاحب مال کا مال اسکے پاس ہو بلکہ اسکے فوت ہو جانے کے بعد یکے بعد دیگرے اسکی اولاد میں بلا کم و کاست جوں کا توں متواتر چلا آئے۔ اور کسی ایک چیز کا پس و پیش یا گم ہو جانا بھی غیر ثابت و غیر ممکن ہو تو پھر بھی غصب مال کے شکوے کرتے رہنا اور ناحق ناروا دوسرے ناکردہ گناہوں کو تقصیروار گردانا کہاں تک قرین انصاف ہے؟

اپنے دعوے کے ثبوت میں جن روایات کے پیش کرنے کا ابتدائی نمبر ہذا میں وعدہ کیا تھا۔ اب ان کو عرض کرتا ہوں۔ ناظرین ازراہ کرم خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ داؤدؑ انبیاء کرامؑ کے علم کے وارث تھے۔ اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث تھے اور محمدؐ سلیمانؑ کے وارث ہوئے۔ اور ہم (ائمہ اہلبیتؑ) محمدؐ کے وارث ہیں۔ اور ہمارے پاس علم توریت و انجیل و زبور ہے اور جو کچھ کہ الواح موسیٰؑ میں مندرج ہے (۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔) اس پر راوی (ابو بصیر) نے کہا کہ بے شک علم تو یہی ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ علم یہ علم نہیں ہے۔ (ٹھیک طور پر) یہ ہے کہ رات دن اور روزمرہ اور ساعت بساعت ظاہر ہوتا ہے۔

اصل۔ ان داؤدؑ ورث علم الانبیاءؑ و ان سلیمانؑ ورث داؤدؑ و ان محمداً صلی اللہ علیہ و آلہ ورث سلیمانؑ و انا ورثنا محمداً صلی اللہ علیہ و آلہ و ان عندنا علم التوراۃ والانجیل والزبور و تبیان ما فی الالواح الخ۔ اصول کافی باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء والاوصیاء ص ۱۳۷

۲۔ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبیؑ کو جو کچھ بھی عطا فرمایا۔ وہ محمد صلعم کو عطا فرمایا۔ اور جو کچھ انبیاء کو عطا ہوا۔ محمد صلعم کو سب کچھ عطا ہوا۔ اور ہمارے پاس صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ ہیں راوی نے کہا کیا الواح؟ امام موصوف نے فرمایا کہ ہاں۔

وقد اعطی محمداً جمیع ما اعطی الانبیاء الخ۔ اصول کافی ص ۱۳۷

۳۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم فوت ہو گئے تو آپؐ کے علم اور سلاح (ہتھیار) اور جو کچھ وہاں تھا۔ سب کے وارث جناب امیر المومنینؑ ہوئے۔ اور پھر ان کے بعد امام حسنؑ وارث ہوئے۔ فقال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ لما قبض ورث علیؑ علمہ وسلاحہ وما ھناک

ثم صار الی الحسنؑ الخ اصول کافی صہ ۱۱۱ - یہ روایت جس طرح جناب علیؑ کو تمام ترکہ رسولؐ کا وارث بتلاتی ہے۔ اسی طرح ابو بکرؓ یا عمرؓ کو غصب کے بیہودہ اعتراض سے بھی بچاتی ہے۔

۴- ۱۱ ۱۱ ایک شب کو عشاء کے بعد جناب امیر المومنینؑ باہر نکلے اور آپ فرماتے تھے۔ ہمہمہ ہمہمہ (ہول ہول) اور رات ہے مظلمہ (اندھیری) نکلا ہے تم پر امام اسکے بدن پر ہے قمیص آدمؑ کی۔ اور اسکے ہاتھ میں سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے اور موسیٰؑ کا عصا۔

عن ابی جعفرؑ قال خرج امیر المؤمنینؑ ذات لیلۃ بعد عتمۃ وھو یقول ھمھمۃ ھمھمۃ ولیلۃ مظلمۃ خرج علیکم الامام علیہ قمیص آدمؑ وفی یدہ خاتم سلیمانؑ وعصا موسیٰؑ اصول کافی صہ ۱۴۲ باب ما عند الائمۃ من آیات الانبیاءؑ۔

خرج علیکم الامام (نکلا تم پر امامؑ) میں جو مخاطب کی ضمیر ہے۔ اسکی شرح میں فاضل قزوینی شارح صافی تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں ابو بکر اور جنہوں نے مدینہ میں اسکی بیعت کی وہ مخاطب ہیں اور جو کہ اسوقت خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

"وخطاب در علیکم با ابو بکر و بیعت کنندگان با او ست در مدینہ کہ در آن ساعت در خواب غفلت بودند" صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جزو سوم باب ۳۷ حدیث نمبر چہارم صہ ۱۶۴ - یہ کافی وشافی ثبوت ہے اس امر کا کہ ابو بکر نے جناب علی علیہ السلام سے یہ چیزیں ہرگز غصب نہ فرمائی تھیں فھو المراد۔

۵- سعید السمان سے مروی ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا۔ کہ دو شخص زیدیہ (فرقہ شیعہ) انکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آیا تم میں امام مفترض الطاعۃ (موجود) ہیں؟ امامؑ نے فرمایا نہیں تو۔ اس پر ان دونو نے کہا کہ ہم کو ثقہ لوگوں نے بتلایا ہے کہ آپ فتوے دیتے ہیں اور امامت کے مقر ہیں اور اس بارہ میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ اور لیجیئے ہم ان کا نام بھی عرض کر دیتے ہیں فلاں اور فلاں صاحب اور وہ ہیں بھی متقی اور ایسے ہیں کہ جھوٹ نہیں کہتے۔ اس پر امام جعفر صادقؑ غصہ میں آ گئے۔ اور فرمایا کہ میں نے تو ان لوگوں کو ایسا نہیں کہا جب ان دونو (نوواردوں) نے امامؑ کے چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے۔ تو دونو چلتے بنے۔ پھر (راوی کہتا ہے کہ) مجھ کو امامؑ نے فرمایا تم ان دونو کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں وہ ہمارے بازار والوں زیدیہ میں سے ہیں۔ اور انکو گمان ہے کہ رسول صلعم کی تلوار عبد اللہ بن الحسن (بن الحسن المجتبیٰؑ) کے پاس ہے امامؑ نے فرمایا جھوٹ بکتے ہیں انپر خدا کی پھٹکار۔ خدا کی قسم عبد اللہ بن حسنؑ نے تو اسکو اپنی دونو آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اور ایک آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ اسکے باپ ہی نے دیکھا تھا۔

اور شاید دیکھا بھی ہو تو امام زین العابدینؑ کے پاس دیکھا ہوگا۔ اور اگر یہ دونو اپنے قول میں سچے ہیں تو بتلائیں کہ اس (تلوار) کے قبضہ میں کونسی علامت ہے؟ اور اسکی دھار کے اوپر کیا نقش ہُوا ہُوا ہے؟ اور تحقیق میرے پاس ہے تلوار رسول اللہؐ کی۔ اور میرے پاس ہے عَلَم رسول اللہؐ کا اور آپ کے بدن مبارک کی زرہ اور سر مبارک کی زرہ اور روئے مبارک کی زرہ اور اگر وہ سچے ہیں تو بتلادیں کہ رسول اللہؐ کے زرۂ بدن میں کونسی علامت ہے اور تحقیق میرے پاس رائیت رسول اللہؐ ہے جس کا نام مغلبہ ہے اور میرے پاس موسیٰؑ کے صحیفے اور اس کا عصا ہے اور میرے پاس سلیمان بن داؤدؑ کی انگوٹھی ہے اور میرے پاس وہ طست (تھال) قربان ہے جسکے ذریعہ سے موسیٰؑ کو قرب الٰہی حاصل ہوتا تھا۔ اور میرے پاس وہ اسم ہے۔ جسکو رسول صلعم جب اہل اسلام اور مشرکین کے درمیان میں پھونک دیتے تھے تو پھر مشرکوں کی طرف سے مسلمانوں کی طرف کوئی تیر آنے ہی نہ پاتا تھا اور ہمارے پاس ویسی ہی چیز ہے جیسی کہ ملائکہ لے آئے تھے۔ اور ہم میں (رسول اللہؐ کے) سلاح کی مثال اسی طرح پر ہے جیسے کہ بنی اسرائیل میں تابوت (سکینہ) تھا۔ اور بنی اسرائیل میں (یہ ایک نشان مقرر تھا کہ) جس گھر کے سامنے پایا جاتا تھا۔ اسی کو نبوت دی جاتی تھی۔ اور ہم اہلبیتؑ میں بھی جس گھرانے میں سلاح چلے جائیں۔ مستحق امامت قرار پاتے ہیں۔ اور میرے والد بزرگوارؑ نے بھی رسول صلعم کی درع کو زیب تن فرمایا تھا۔ لیکن اُس سے زمین پر نشان بنتے گئے۔ اور میں نے پہنی تو بھی ایسی ہی تھی۔ لیکن جب ہمارے قائم (امام مہدیؑ) اسکو پہنیں گے تو پھر انشاء اللہ انکو ٹھیک فٹ آجائیگی۔

وانّ عندی الاسم الذی کان رسول اللہؐ اذا وضعہ بین المسلمین والمشرکین لم یصل من المشرکین الی المسلمین النشابۃ الخ اصول کافی صـ۱۴۳

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول صلعم کی تلوار و دیگر سلاح کا ہونا امام برحقؑ کے لئے بطور لازم و ملزوم کے ہے۔ جبھی تو امام محمد باقر علیہ السلام کے پوتے کو چیلنج دے رہے ہیں۔ کہ اگر رسول صلعم کی تلوار ان کے پاس ہے تو اگر دکھلائیں تو سہی اور جو کچھ اسکے قبضہ پر لکھا ہُوا ہُوا کم از کم وہی بتلائیں۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سلاح رسولؐ کی مثال بمنزلہ تابوت سکینہ ہے جسکو ملائکہ اُٹھا کر جہاں امر الٰہی ہوتا تھا۔ چھوڑ آتے تھے اور اسی طرح بنی اسرائیل کے جس گھرانے میں خلعت نبوت کا عطا ہونا مقدر ہوتا۔ تابوت سکینہ اس کے سامنے پایا جاتا تھا۔ اور یہ ایک تسلی بخش فیصلہ کن نشان تھا۔ کسی کے نبی برحق یا امام ناطق ہونے پر۔

۶۔ امام صادقؑ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ترکہ میں یہ چیزیں چھوڑی تھیں ایک تلوار اور ایک زرہ ایک چھوٹا سا نیزہ ایک زین اور ایک استر نیلگوں۔ پس ان سب چیز کو جناب علی علیہ السلام

میراث میں لیگئے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ترک رسول اللہ صلعم من المتاع سیفاً ودرعاً وعنزۃ ودرجاً وبغلۃ الشہباء فورث ذالک کلہٗ علی بن ابی طالب اصول کافی صـ۱۴۳

۷۔ امام رضا علیہ السلام سے ذو الفقار کی بابت پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ وہ رسول صلعم کی تلوار ہے۔ آسمان سے جبرئیل لیکر اُترے تھے۔ اور اس کا سامان سب چاندی کا تھا اور وہ میرے پاس ہے۔

قال ھبط بہ جبرئیل من السماء کانت حلیتہ من فضۃٍ وھو عندی۔ اصول کافی صـ۱۴۳

۸۔ مُلّا باقر مجلسی فرماتے ہیں: "و بعد ازیں خواہد آمد احادیث بسیار کہ پیراہن یوسف کہ حق تعالیٰ برائے ابراہیم فرستاد وقتیکہ او را آتش انداختند۔ وعصا وسنگ موسیٰ و انگشتری سلیمان و طشت قربان و تابوت سکینہ وغیر اینہا از آثار پیغمبران بآنحضرت رسید و از آنحضرت با ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم منتقل گردید۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۱۳ در خود علم وغیرہ صـ۱۴۶

۹۔ امام صادق سے منقول ہے کہ خدا نے دو اسم اعظم عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے کہ اُن کی برکت سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور دوسرے معجزات دکھاتے تھے اور موسیٰ کو چار اسم ملے تھے۔ اور ابراہیم کو آٹھ اسم۔ اور نوح کو پندرہ اسم اور آدم کو پچیس اسم دیئے تھے۔ اور رسول صلعم کو یہ سب کے سب اسم عطا فرمائے۔ بلکہ زیادہ بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے اعظم اصل میں تو تہتر ہیں۔ ایک اسم خدا نے اپنی ذات مقدس کیلئے مخصوص رکھا ہے اور وہ کسی کو سکھایا نہیں اور بہتر ۷۲ نام حضرت رسول صلعم کو تعلیم فرمائے ہیں۔

"در چند حدیث معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول است۔ کہ حق تعالیٰ بہ عیسیٰ دو اسم اعظم دادہ بود کہ بآنہا مُردہ را زندہ میکرد و آں معجزہ ہا از او ظاہر مے شد الخ حیات القلوب جلد ۲ باب ۱۳ صـ۱۴۳

۱۰۔ جملہ آثار وتبرکات مندرجہ بالا اور اُن کے علاوہ ترکات کے آجتک محفوظ اور غیر مغصوب ہونے کے ثبوت میں ایک اور روایت بھی عرض کی جاتی ہے جس سے کہ ان سب چیزوں کا ائمہ اہلبیت میں یکے بعد دیگرے ورثہ بورثہ چلے آنا اور آخر میں جناب امام مہدی آخر الزمان کی تحویل میں ہونا صاف طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ زمانہ رجعت کی ایک نہایت معتبر حدیث میں مروی ہے کہ امام مہدی اپنے حق بجانب ہونیکے اثبات میں جملہ آثار وترکات انبیاء سابق وعطیات خدا آنحضرت صلعم کو یکے بعد دیگرے دکھلائینگے۔ اور جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا جمع کیا ہوا قرآن شریف بھی جو بغیر وتبدل کے جمع ہوا دکھلادینگے۔ آگے مروی ہے کہ:-

"حتیٰ عصائے آدمؑ و نوحؑ و ترکہ ہودؑ و صالحؑ و مجموعہ ابراہیمؑ و صاع یوسفؑ و کیل و ترازوئے

شیبؑ و عصائے موسیٰؑ و تابوت موسیٰؑ و زرہ داؤدؑ و انگشتری سلیمانؑ و تاج او و اسباب عیسیٰؑ و میراث جمیع پیغمبران" الخ رسالہ رجعت مجلسی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳

وتلک عشرة کاملة

حاصل کلام یہ کہ مذکورہ بالا تبرکات و آثار ان کو واقعی نوادر روزگار کہنا چاہیئے۔ مثلاً تابوت سکینہ انگشتری سلیمانؑ و تاج سلیمان و عصائے موسیٰؑ و دیگر اسمائے الٰہی۔ ذوالفقار آسمانی جو کہ واقعی اور صحیح معنوں میں سرمایۂ خلافت ہیں۔ جنکے بغیر خلافت و امامت برائے نام اور ہیچ محض ہے جب جناب علی علیہ السلام کے قبضۂ اقتدار میں تا حیات مستعار رہیں۔ اور خصوصاً ایام خلافت ابوبکرؓ میں جیسے کہ اوپر کی مرویات عشرہ میں بحوالہ ملا خلیل قزوینی شارح کافی ایک جگہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدھی رات کو جناب امیر المومنینؑ باہر تشریف لیگئے۔ اس حال میں کہ قمیص آدمؑ در بر اور انگشتر سلیمانؑ و عصائے موسیٰؑ در دست تھا۔ اور ابوبکر کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے تھے "خرج علیکم الامام" کہ تم پر تمہارا امام نکلا ہے۔ اور آپ تمام ان تبرکات و آثار کو برابر استعمال بھی فرمایا کرتے تھے پھر دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے بعد یہ سب تبرکات ایک امام اپنے مابعد کے امام کے حوالے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عرصہ تقریباً گیارہ سو برس سے وہ شیعوں کے آخری امام مہدی علیہ السلام کے پاس موجود ہیں۔ اور برابر موجود رہیں گی۔ تا زمانہ رجعت۔ بلکہ ایک موقعہ امتحان امامت پر وہ سب یکے بعد دیگرے ایک خاص امتحان کرنیوالے کو دکھلائی جائینگی۔

پھر اس صورت حال میں غصب خلافت کا شکوہ کیسی چہ؟ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اگر بالفرض شیعوں کو اپنے دعویٰ وقت غصب خلافت کے موہوم شکوہ کی کچھ حقیقت معلوم بھی ہو جائے اور وہ اسکو حق بجانب ثابت بھی کر دیں تاہم یہ تبرکات و عطیات و انعامات و خصوصیات اپنی اپنی جگہ اسقدر شاندار و قابل قدر ہیں کہ انکے ہوتے ہوئے جناب علیؑ و دیگر ائمہ اہلبیتؑ کی طرف سے برخلاف صدیقؓ غصب خلافت کا شکوہ کرنا ہی سرے سے غیر مناسب و غیر مستحسن معلوم ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ کچھ مدت کیلئے برائے نام خلیفہ ہو بھی گئے۔ جب بھی حسب اعتقاد شیعہ انکو چونکہ خلافت جیسی متبرک چیز سے کچھ مناسبت ہی نہیں۔ اسکی منفعت سے بھی وہ کچھ بہرہ یاب نہیں ہو سکے۔ پس اس کا خلیفہ ہونا بھی نہ ہونے کے برابر ہی ہے۔ جیسے کہ ایک شیعہ فاضل نے کسی معترض کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔

علامہ نوری طبرسی نے بحوالہ کتاب مشفی ذکر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے ابو الحسن مذکور سے پوچھا کہ کیوں

جناب علی علیہ السلام ابوبکر اور اسکے قامت بے ہنگام کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو شیعہ فاضل مذکور نے جواب میں کہا کہ درحقیقت امام تو وہی قبلہ اہل راز (جناب علیؓ) ہی تھے۔ ابوبکر کے لمبے قد کو محراب نماز میں وہ مسجد کے ستون کی مانند تصور فرماتے تھے۔ دیا تھ لا استاد! کیوں! کیسی کہی؟ (خادم)

"و در کتاب مشفی مسطور است کہ شخصے از ابو الحسن مذکور پرسید کہ چرا حضرت امیر خلف ابوبکر دقامت نا براز او نماز مے کرد گفت چوں امام حقیقی آں قبلہ اہل راز بود قامت دراز اورا در محراب نماز بمنزلہ ستون مسجد داشتہ بود" (مجالس المومنین مجلس پنجم مطبوعہ ایران صفحہ ۱۹۴)

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ جناب علی علیہ السلام کو ابوبکر کی امامت اور اپنی اقتداء ظاہری کی کچھ پروا اور شکایت نہ تھی اور نہ ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ وہ تو ابوبکر کو بمنزلہ ستون محراب مسجد جانتے تھے۔ پس جس طرح کسی ستون محراب کے آگے ہو جانے سے امام مسجد و مقتدائے قوم و ملت کی کچھ کسر شان نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح ابوبکر کی خلافت سے بھی جناب علیؓ کی خلافت میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بلکہ وہ بحال خود قائم رہتی ہے۔ جو لوگ اس مسئلہ کو غصب خلافت سے نامزد کر کے شور مچاتے اور رات دن اسی نزاع بیجا میں سر پٹختے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کچھ سادہ لوح آدمی یکزبان ہو کر قوم میں اپنی مسجد کے محراب کے برخلاف یہ اعتراض اٹھائیں کہ دیکھئے صاحب کاٹھ کے ستون کو کیا حق تھا کہ وہ ہماری قوم کے مسلّمہ امام سے بھی چار قدم آگے کھڑا ہو گیا۔ اور امام کے ارفع و اعلیٰ شان خداداد کی ذرا پروا نہیں کی۔

جن متعصب اور ضد پرست طبائع کو مسئلہ غصب خلافت میں تسلی نہیں ہوتی وہ ضرور ہماری مستدلہ روایات مذکورہ کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور مروایت ائمہ پر جان و دل سے یقین رکھنے کا ثبوت دیں ورنہ اپنی شقاوت و قساوت قلبی پر آنسو بہائیں اور آئندہ ابوبکر صدیقؓ کی خلافت بلافصل پر جب اُن کے سینہ پر کینہ میں آتش حسد مشتعل ہونے لگے تو کم از کم یہی ستون محراب والی مثال ہی کو خیال سراپا اختلال میں مستحکم کر کے اُس آگ کو بجھا لیا کریں۔ اور غصب خلافت والے بے سروپا اعتراض کو بعد ازیں حتی الوسع جلد بھول جانیکی کوشش کریں۔ ورنہ آئیں اور مرد میدان بنکر ثابت کریں کہ لوازم خلافت یا سرمایہ خلافت میں سے آخر کونسی چیز ابوبکرؓ نے جناب علی علیہ السلام سے غصب کر لی ہے جسکی وجہ سے صدیوں سے شیعوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ ورنہ خدا کے دو بزرگان دین پر جھوٹے بہتان باندھنے سے شرمائیں۔ اور توبہ کریں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

عمر والی نیک بخت اولاد حاصل کرنے کا گُر

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک مکتوب

"جو حضور نے جناب میاں عبد اللہ صاحب نوری کی اہلیہ کو لکھا"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

مَیں محض تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نماز کی پابند رہو اور اپنے خاوند میاں عبد اللہ کی تابعداری رکھو کیونکہ عورتوں کے لئے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر وہ اپنے خاوندوں کی اطاعت کرینگی تو خدا ان کو ہر ایک بلا سے بچائیگا اور ان کی اولاد عمر والی ہوگی اور نیک بخت ہوگی۔ والسلام مرزا غلام احمدؐ

حضرت خلیفۃ المسیحؑ (ثانی) کا مکتوب

السلام علیکم

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عورت پر دو فرض مقرر کیے ہیں۔ ایک اپنی فرمانبرداری اور ایک اپنے خاوند کی۔ سو ان دونو فرائض کی طرف تو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو متوجہ کیا ہے اس سے بڑھ کر مَیں کیا لکھ سکتا ہوں۔ ہاں اس قدر نصیحت کرتا ہوں کہ رشتہ خدا تعالیٰ نے سہارے کے لئے مقرر کیئے ہیں اور سب سے بڑا سہارا دُعا کا ہوتا ہے۔ پس اپنے نفس کے لئے دعا کرنے کے علاوہ اپنے خاوند اور اپنی اولاد کے لئے دعا بہت کیا کریں۔ کہ رشتہ دار کی دعا رشتہ دار کے حق میں بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ خاکسار مرزا محمود احمدؐ

قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں

(ایک یہودی مولوی کے اعتراضات کا جواب)

[سبحان اللہ و بحمدہٖ محض مسلمان کہلانیوالے ہی نہیں بلکہ ان کے "مولاناؤں" کی یہ حالت ہو کہ قرآن مجید کے متعلق یہ خبیث کلمہ بولتے ہیں کہ اختلاف سے بھرا ہوا ہے چنانچہ حال میں ایک مولوی جب مسئلہ احیاء موتیٰ فی ھٰذہِ الدنیا میں لاجواب ہوا۔ تو اپنی ایمانی حالت ظاہر کردی۔ جسکے جواب میں یہ مضمون شائع کیا جاتا ہے۔]

قولہ اے حضرت واہ آپکو یہی ایک اختلاف دکھائی دیا۔ قرآن شریف تو اختلاف کا مجموعہ ہے۔ نمبروار ملاحظہ کیجیئے۔

اقول ۔ قرآن کریم تو اپنی تعریف میں فرماتا ہے:۔ کتاب فصلت اٰیاتہ قرآناً عربیاً لقوم یعلمون پھر فرماتا ہے وانّہ لکتاب عزیز۔ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ پھر فرماتا ہے لم یجعل لہ عوجاً پھر فرماتا ہے لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ یعنی قرآن شریف ہر قسم کے عیبوں سے پاک ہے۔ پس آپ فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت کی زو سے بچنے اور احی الموتیٰ باذن اللہ کے غلط معنی لینے کے لئے قرآن شریف کو اختلافات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ اور دوستی کے لباس میں اس کا نقص نکالنے بیٹھے ہیں۔ اور اپنے زعم باطل میں کچھ اختلافات بھی پیش کردیئے ہیں۔ کیا آریہ اور عیسائی قرآن کریم کو اختلافات کا مجموعہ قرار دینے والے کم تھے کہ اب آپ دوستی کے لباس میں قرآن کریم کو اختلافات کا مجموعہ قرار دینے لگے ہیں۔ قرآن شریف میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ آپکی اپنی سمجھ کی غلطی ہے۔ اب اپنے پیش کردہ اختلافات کا جواب نمبروار ملاحظہ کیجیئے۔

:۔(۱):۔

قولہ ۔ الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انّھم الیھم لا یرجعون اور وھو یحیی الموتیٰ وھو علیٰ کلّ شیءٍ قدیر میں اختلاف ہے۔

اما الجواب ۔ پہلی آیت دنیا کے متعلق ہے کہ جو مر گئے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔ اور ایک معنی اس آیت کے یہ بھی ہیں کہ جن قوموں کو ہم نے عذاب کے ذریعہ ہلاک کیا انکی ہلاکت بلا وجہ نہ تھی بلکہ اس سزا میں تھی کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرف رجوع نہ کرتے تھے۔ (۲) ھلکنا کے معنی عدّ بنا

کے ہیں ملاحظہ ہو حدیث من نوقش فی الحساب یھلک یعنی جسکے اعمال کی چھان بین ہوئی وہ عذاب دیا جائیگا۔ اور دوسری آیت ما بعد الموت کے متعلق ہے کیونکہ کفار بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ آتا ہے یاایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب..... وانہ یحی اللہ الموتی وانہ علی کل شیٴ قدیر پس ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں ؛

:۔(۲):۔

قولہ۔ یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی کی رُو سے نر و مادہ کا ہونا ضروری ہے مگر ابن مریم کو بے باپ پیدا کرکے اس آیت کے خلاف کیا گیا۔

جواب ۔ اس آیت کے ساتھ دوسری آیت بھی ملاحظہ ہو۔ یعنی ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ اور چونکہ واؤ کے معنی اَوْ کے بھی لغت میں آئے ہیں اس لئے من ذکر وانثی کے ساتھ دوسری آیت ملانے سے معلوم ہوا کہ انسانی خلق کے لئے اللہ تعالیٰ کے کئی قانون ہیں یعنی (۱) بذریعہ نر و مادہ جیسا کہ عام طور معمول ہے (۲) بذریعہ مادہ صرف جیسے حضرت عیسیٰؑ (۳) بلا نر و مادہ جیسے حضرت آدمؑ (۴) بلا مادہ جیسے حضرت حوا۔ پس جب حضرت مسیحؑ کا بن باپ پیدا ہونا قانون کے مطابق ہوا تو پھر اختلاف کیا ؛

:۔(۳):۔

قولہ۔ سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا کی رُو سے جوڑی کا ہونا ضروری ہے مگر مریم صدیقہ کو بے جوڑی کے اولاد عطا کی۔ اور یہ اختلاف ہے۔

جواب۔ کتب لغت میں زوج کے معنی الصنف من کل شیٴ کے بھی آئے ہیں۔ پس خلق الازواج کلھا کے معنی ہوئے کہ اس نے ہر قسم کی چیزیں پیدا کیں۔ گویا "خلق الازواج کلھا" تو "اتاکم من کل ما سالتموہ" کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی تمہاری فطرۃ صحیحہ نے جن جن چیزوں کا تقاضا کیا وہ سب چیزیں پیدا کی گئیں۔ اور زوج "دو" کے معنی میں کبھی نہیں آتا۔ چنانچہ کتب لغت میں لکھا ہے " وللعامۃ تخطیٴ فتظن ان الزوج اثنان ولیس ذٰلک من مذھب العرب" یعنی عام لوگ غلطی کی وجہ سے زوج "دو" کو خیال کرتے ہیں لیکن یہ عربی زبان کا محاورہ نہیں ہے ؛

:۔(۴):۔

قولہ - لا تبدیل لکلمات اللہ اور لا تبدیل لخلق اللہ میں اور حضرت عیسیٰؑ کا بن باپ پیدا کرنے اور لاٹھی کا سانپ بنانے میں اختلاف ہے۔

جواب - حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونیکا جواب اختلاف نمبر ۲ میں آگیا ہے رہا لاٹھی کا سانپ بننا سو اسکا بھی یہاں کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ پہلی آیت اس طرح ہے "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ" یعنی مومنوں کے متعلق جن جن امور کی بشارتیں اور پردی گئی ہیں انہیں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ پوری ہو کر رہینگی۔ گو مخالفین کتنا ہی زور لگالیں۔ اور دوسری آیت یوں ہے "فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ" یعنی جس دین کا اوپر ذکر ہوا ہے اور جو فطرۃ صحیحہ کا مجموعہ ہے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔ یعنی نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اور دین معنی اسلام کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ پس معلوم نہیں کہ اسلام کی حفاظت وغیرہ کے وعدہ کو لاٹھی کا سانپ بننے سے کیا تعلق یا حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونے کا ان آیات سے کیا تعلق ؟

:(۵):

قولہ - فامّا من تاب واٰمن وعمل صالحا فعسیٰ ان یکون من المفلحین۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ میں اختلاف ہے۔

جواب - غلطی کا علم دیئے جانے اور سزا ملنے میں فرق ہے۔ پس پہلی آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہے کہ سزا نہیں ملیگی۔ اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسے اسکی غلطی پر صرف اطلاع دیجائیگی۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے عن عائشۃ ان النبیؐ قال لیس احد یحاسب یوم القیامۃ الا ھلک قلت اولیس یقول اللہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا فقال انما ذٰلک العرض ومن نوقش فی الحساب یھلک۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مشکوٰۃ کے باب الحساب فصل اوّل میں ہے۔ اور بخاری کی کتاب التفسیر میں یہ حدیث اس طرح آتی ہے۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ لیس احد یحاسب الا ھلک قالت قلت یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداءک الیس یقول اللہ عز وجل فاما من

اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا قال ذٰلک العرض یعرضون ومن نوقش الحساب ھلک۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ ان کو انکی غلطی پر صرف اطلاع دیجائیگی نہ کہ پورا پورا محاسبہ کیا جائیگا۔

:: (۶) ::

قولہ۔ لقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام۔ اور۔ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون میں اختلاف ہے۔

جواب۔ کن فیکون کا اطلاق ان معنوں میں نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ اس معنی میں ہو کہ اسکے ارادہ کو کوئی مٹا نہیں سکتا اور وہ بات پوری ہوکر رہتی ہے۔ اور لقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام بھی اسی کن فیکون کے ماتحت ہی۔ کیونکہ دوسری جگہ آتا ہے:۔ لہ ملک السموات والارض ولم یتخذ ولدًا ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرا۔ یعنی ہر ایک چیز کے لئے اسکی طرف سے ایک اندازہ مقرر ہے پس اس نے زمین و آسمان پیدا کرنیکا ارادہ کیا اور اس اندازہ کے ظہور کے لئے ستۃ ایام مقرر کیئے اور وہ ستۃ ایام میں اپنی تکمیل کو پہنچ گئے۔ سُنئے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کن فیکون آتا ہی اور وہ قدرہ تقدیرًا کے ماتحت ماں کے پیٹ میں اندازہ مقررہ تک رہی اور کُل لوازمات پیدائیش کو پورا کرکے پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ مریم صدیقہ کو فاجاءھا المخاض پر یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا کہنا پڑا۔ نہ کہ فرشتہ کی بشارت کے ساتھ فورًا ہی مسجد میں پیدا ہو گئے۔ یکون مضارع کا صیغہ ہے اور اسکے معنی ہوتے ہیں کہ اسی وقت سے اسکی ابتداء شروع ہو جاتی ہی اور آہستہ آہستہ اندازہ تک اسکی تکمیل ہوجاتی ہے۔ علاوہ بریں اگر سورہ یٰسین کی آخری آیات کو غور سے دیکھیں تو اس کن فیکون کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ کیونکہ کفار کے اس اعتراض پر کہ من یحی العظام وھی رمیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم۔ بلیٰ وھو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون یعنی جب انسان مرجاتا ہے تو اسکی مابعد الموت کی پیدائیش کے لئے اللہ تعالیٰ کن کہتا ہے پس وہ ایک نئی شکل اختیار کرلیتا ہے اور آہستہ آہستہ بچوں کی طرح ترقی کرتے کرتے میدان ترقی میں آجاتا ہے اور تکمیل کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ یخلق مثلھم سے ایک نئی شکل کی طرف اشارہ کیا گیا ہی۔ اور اسکی تائید ایک دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے یعنی ھو الذی یحیی

ویمیت فاذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ وفات کے بدلے کن کہتا ہے اور وہ تکمیل ترقی کی طرف قدم اُٹھالیتا ہے ؞

؞ (۷) ؞

قولہ ۔ ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یؤخذ منھا عدل اور من ذا الذی یشفع عندہ الّا باذنہ میں اختلاف ہے ۔

جواب ۔ اذن اور بلا اذن میں بڑا فرق ہے ۔ پہلی شفاعت بلا اذن ہے جو رد کیجائیگی اور دوسری اذن کے ساتھ ہے ۔ پس اس میں اختلاف کیسا ؞

؞ (۸) ؞

قولہ ۔ یغفر لمن یشاء و یعذّب من یشاء اور انّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ میں اختلاف ہے ۔

جواب ۔ صرف شرک ہی گناہ نہیں کہ یغفر لمن یشاء کی وجہ سے اختلاف لازم آگیا ۔ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ بھی ہیں ۔ اگر کوئی شخص شرک کی حالت میں مرگیا تو اس کا بجز سزا اور کوئی علاج نہیں ۔ اور دوسرے گناہوں پر اسکے مناسب حال اس سے برتاؤ کیا جائیگا اگر قابل معافی ہے تو معافی ملجائیگی ورنہ سزا دیجائیگی ؞

(۹)

قولہ ۔ انّ الانسان لفی خسر اور قتل الانسان ما اکفرہ کے ذیل میں تمام صلحاء وغیرہ آسکتے ہیں ؟

جواب پہلی آیت ہے انّ الانسان لفی خسرٍ الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت " اسکے استثناء نے کل صلحاء کو انّ الانسان لفی خسر کے ذیل سے نکال لیا ۔ قرآن میں صلحاء کے متعلق انا اوّل المؤمنین آتا ہے پس آپ کل صلحاء کو الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سے کیوں باہر نکالتے ہیں ۔ انہیں تو حکم ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحًا ۔

اب رہی دوسری آیت یعنی قتل الانسان ما اکفرہ ۔ اگر آپکی نظر اس سورہ کی آیت وجوہٌ یومئذٍ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ پر ہوتی تو آپکو فورًا معلوم ہوجاتا کہ قتل الانسان ما اکفرہ سے اس آیت میں کوئی اور ہی لوگ مراد ہیں ۔ کیونکہ اس الانسان

کے لئے اسی سورۃ میں فاذا جاءت الصاخۃ سے وعید آئی ہے۔ اور یہ الانسان وہ ہے جسکے متعلق اسی سورۃ میں "من استغنیٰ" آیا ہے۔ جسکے معنی ہیں کہ وہ اپنی گردن کو اسلام کے جوئے سے باہر رکھنا چاہتا ہے۔ غرض پہلے "من استغنیٰ" آیا ہے پھر اس "من استغنیٰ" کے لئے قتل الانسان ما اکفرہ آیا ہے اور پھر اس قتل الانسان ما اکفرہ کو فاذا جاءت الصاخۃ سے وعید کی گئی ہے +

:-(۱۰):-

قولہ - یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء اور وان جنحوا للسلم فاجنح لھا میں اختلاف ہے۔

جواب - دوستی اور صلح میں آسمان اور زمین کا فرق ہے پس اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور دوستی سے بھی عام تعلقات انسانیہ مراد نہیں ہے بلکہ ایسی دوستی کہ دوسری آیت میں ولیجہ سے تعبیر کی گئی ہے کہ جسکے نتیجہ میں مومنوں کی بربادی دتباہی ہو۔ کیونکہ عام تعلقات انسانیہ کے متعلق دوسری جگہ آتا ہے لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم پس جب تبری اور اقساط جائز ہے تو ان جنحوا للسلم فاجنح لھا کے ماتحت صلح کیوں ناجائز ہوئی اور اس میں کونسی وجہ اختلاف پیدا ہو گئی +

:-(۱۱):-

قولہ - انک لا تسمع الموتی - وما انت بمسمع من فی القبور میں اور نبی کریمؐ کے مقتولین بدر سے باتیں کرنے میں اختلاف ہے۔

جواب - پہلی آیت اس طرح ہے "انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین..... ان تسمع الا من یؤمن باٰیاتنا فھم مسلمون" یعنی ان کفار سے جو پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اپنی باتیں نہیں منوا سکتا البتہ اُن سے اپنی باتیں منوا سکتا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان آیات نے فقرہ اذا ولوا مدبرین نے بتلا دیا کہ الموتی سے مراد یہاں پر کفار عنید ہیں نہ کہ دفن شدہ لوگ۔ اور انک لا تسمع الموتی کے مقابلہ میں ان تسمع الا من یؤمن باٰیاتنا فھم مسلمون نے خوب ہی ظاہر کر دیا کہ یہ الموتی دفن شدہ مردہ نہیں ہیں بلکہ کفار عنید ہی ہیں جو انذ رتھم

ام لم تنذرھم لا یؤمنون کے مصداق ہیں۔

اور دوسری آیت یوں آتی ہے" واللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر" یعنی (ا) اللہ جسے چاہتا ہے سُنا سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نبی کریمؐ کی آواز مقتولین بدر کے کانوں تک پہنچا دے سو اس نے پہنچا دی۔ پس یہ کام خدا تعالیٰ کا تھا نہ کہ نبی کریمؐ کا۔ اور خدا کے کام اور رسولؐ کے کام میں بہت بڑا فرق ہے۔ پس اس میں اختلاف کیسا۔ (ب) جو ضلالت کی قبروں میں پڑے ہوئے ہیں اور ختم اللہ علےٰ قلوبھم کے مصداق ہیں تو اُن سے اپنی باتیں نہیں منوا سکتا۔ تیرا کام تو صرف انذار ہے۔ پس" ان انت الا نذیر" نے من فی القبور کے معنی کر دیئے کہ اس سے مراد ضلالت کی قبریں ہیں۔ کیونکہ انذار کا کام تو صرف اسی زندگی تک محدود ہے۔" وقال الذین فی النار لخزنۃ جھنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب قالوا اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلیٰ" اور انذار کا فائدہ بھی اسی دنیاوی زندگی تک ہے ورنہ" حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا" کی ضرورت پیش نہ آتی۔ پس یہ خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ جسے چاہے منوائے" واللہ یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم" اور رسول کا کام صرف تبلیغ حق ہے" وما علیک الا البلاغ" نہ کہ کسی سے منوانا" انک لا تھدی من احببت" پس مقتولین بدر سے کلام کرنا ان آیات کے خلاف کس طرح ہوا۔

:۔(۱۳):۔

قولہ۔ ایک حکم عام ہوتا ہے۔ مثلاً ان الانسان لظلوم کفار۔ اس عمومیت سے جملہ انبیاء و صلحاء نکالے گئے ہیں۔

جواب۔ اِس استثناء کا ثبوت کیا ہے؟ شاید ما من عام الا خص منہ البعض کی منطقی دلیل نے خدا کے قانون میں بھی دخل اندازی کی ہوگی۔ سُن! اور غور سے سُن!! ان الانسان لظلوم کفار عام نہیں ہے بلکہ ان کفار کو کہا گیا ہے جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ملاحظہ ہو" الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار ..... واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار" یعنی ایسا انسان جس نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا دیا حالانکہ فطرۃ صحیحہ کے مطابق کُل ضروری چیزیں اسے دی گئی تھیں اور وہ نعمتیں بھی اس کثرت سے دی گئیں کہ لوگ شمار بھی نہیں کر سکتے

نہایت ہی ظالم اور ناشکرا ہے ۔

:- (۱۳) :-

قولہ - چاند کبھی دو ٹکڑے نہیں ہوا صرف آنحضور کے معجزہ سے دو ٹکڑے ہوا -

جواب - کس آیت میں ہے کہ چاند دو ٹکڑے نہیں ہوتا اور آنحضور کے معجزہ نے اسے دو ٹکڑے کر کے اختلاف پیدا کیا - بلکہ قرآن شریف میں تو آتا ہے "اقتربت الساعۃ وانشق القمر" یعنی انشقاق قمر کیلئے جو وقت مقرر تھا وہ آگیا اور انشقاق قمر واقع ہو گیا - اور آنحضور کو قبل از وقت انشقاق قمر کی اطلاع دیدی گئی - اور لاٹھی سے سانپ کا بننا اور پتھر پر لاٹھی مارنے سے چشمہ کا جاری ہونا کسی ممانعت کے بارہ میں آیت پیش کی ہوتی تا کہ اسپر بھی توجہ کیجاتی - اور اگر آپکی مراد آیت لا تبدیل لخلق اللہ سے ہے تو اس کا جواب اختلاف نمبر ۲ میں پہلے آچکا ہے کہ اس خلق کے معنی دین کے ہیں ۔

بدعت کیا ہے

ہمعصر سچ لکھنؤ لکھتا ہے "جب کسی امر مذہبی کے جواز یا ناجواز کی بحث پیدا ہو تو متبعین اسلام کو صرف یہ سوال کرنا چاہیئے کہ رسول اور صحابہؓ رسول سے ایسا کرنا ثابت ہے ؟ اگر جواب نفی میں ہو تو اس سے گریز کرنا اتقا کی شان ہے - اگر بجائے بحث مباحثہ کے صرف اسی سوال وجواب پر اکتفا کیا جائے تو مومنوں کے لئے بہت آسانی ہو اور عوام کو علما اور مشائخ کے اختلافات وتذبذب سے نجات ملے - کیونکہ اس سوال کے جواب میں کوئی اختلاف نہ ہوگا اختلاف جب ہی ہوتا ہے کہ جواب دینے والے اپنا "اقوال" بھی ملاتے ہیں "

تعجب ہے کہ ہم عصر موصوف اس تشریح کے باوجود لکھتا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں :-

" پیغمبر خدا صلعم اور اولیائے کرام کے مقابر کی زیارت کرنیکا مستحب طریقہ یہ ہے کہ طہارت کاملہ کے ساتھ درود شریف پڑھے اور اپنے کسی عمل صالح کا جو خلوص کے ساتھ کیا گیا ہو انہیں ثواب بخشے "

کیا مہربانی فرما کر ہمیں بتایا جائیگا کہ رسول اور صحابہؓ رسول سے ایسا کرنا ثابت ہے ؟ کیا وہ قبروں پر طہارت کاملہ کے ساتھ درود شریف پڑھتے اور اپنے کسی عمل صالح کا ثواب بخشتے - اسی طرح حضرت شیخ احمد سرہندی نے باوجود یہ فرمانے کے کہ بدعت میں حسن کیونکر پیدا ہو سکتا ہے - خود جو طریق ذکر اللہ کا جاری کیا - کیا رسول وصحابہؓ رسول سے اس طرح حلقہ اور لطائف وغیرہ ثابت ہیں ؟

آداب مجلس

(جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل کی تقریر سے نوٹ لئے گئے)

دنیا میں مجلسیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک شادی کی مجلس ہوتی ہے۔ ایک غمی کی مجلس ہوتی ہے۔ ایک وعظ کی مجلس ہوتی ہے۔ میں وہ آداب بتاؤں گا جو تمام قسم کی مجلسوں پر حاوی ہوں۔ مگر پہلے یہ سُن لو کہ ملنے سے کئی قسم کے نقص پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً اکیلا آدمی غیبت نہیں کر سکتا۔ غیبت کا مرتکب آدمی اسی وقت ہوتا ہے جب کسی سے ملے۔ معلوم ہوا کہ ایسے گناہ ایکدوسرے کے ساتھ ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلئے مجالس میں نہایت محتاط ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔

(۱) پہلا ادب مجلس کا یہ ہے کہ جب کسی مجلس میں آوے تو دوڑ کر نہ آوے کہ یہ وقار اور سکینت کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے۔ علیکم الوقار والسکینۃ۔

(۲) دوسرا ادب یہ ہے کہ کسی مجلس میں لوگوں کو پھلانگ کر نہ جائے۔ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جمعہ کی نماز میں لوگوں کو پھلانگ کر نہ آؤ اس سے جمعہ کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ حدیث۔ یجلس حیث ینتھی المجلس۔

(۳) تیسرا ادب یہ ہے کہ مجلس میں جا کر کوئی لغو حرکت نہ کرے مثلاً میز کو یا کسی اور چیز کو جو اس قسم کی ہو نہ ہلائے۔ خاموشی سے بیٹھے اور اہل مجلس کا خیال رکھے۔ زبان سے بھی خاموش رہے۔ ہاتھ پیر بھی نہ ہلائے کہ یہ بھی خاموشی کے خلاف ہے۔ ہاں اپنی باری اور ضرورت پر بات کرے۔

(۴) چوتھا ادب یہ ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر اپنے پاس والے سے کسی قسم کی بات چیت نہ کرے۔ ایسے میں کانا پھوسی کرنا ادب کے خلاف ہے۔

(۵) پانچواں ادب۔ مجلس میں دوسرے کو چپ کرانا یہ بھی لغو ہے اور آداب مجلس کے خلاف۔ حدیث میں ہے۔ اِنْ قُلْتَ لِصَاحِبِکَ اُسْکُتْ فَقَدْ لَغَوْتَ۔ پس دوسرے کو بول کر چپ کرانا بھی ادب کے خلاف ہے۔ سامعین میں سے کسی کو چپ کرانا ہو تو ہاتھ کے اشارہ سے چپ کرا سکتا ہے۔

(۶) چھٹا ادب۔ اباسی لینا۔ ڈکار لینا۔ انگلیاں چٹخانا۔ انگڑائی لینا۔ یہ تمام باتیں بھی ادب کے خلاف ہیں۔ اپنے اوپر قابو رکھنا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر کنکریوں سے نہ کھیلو۔

(۷) ساتواں ادب مجلس کا استماع ہے یعنی غور سے سُننا۔ کان لگا کر سُنے کہ خطیب کیا کہہ رہا ہے۔

(۸) آٹھواں ادب۔ آنیوالے کو جگہ دینا اور خود سکڑ کر بیٹھ جانا۔ قرآن شریف میں ہے اذا قیل لکم

تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا۔

(۹) نواں ادب یہ ہے کہ مجلس سے بے اجازت نہ جائے۔ صاحب مجلس سے پوچھکر اور اجازت لیکر جائے۔

(۱۰) دسواں ادب یہ ہے کہ خطیب اور لیکچرار کی طرف مُنہ کر کے بیٹھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ لیکچرار کی طرف متوجہ رہے اور غور سے سُنے۔

(۱۱) گیارھواں ادب یہ ہے کہ مجلس میں جب کوئی اچھی بات سُنے نوٹ کر لے اور اُسپر عمل کرے حدیث میں ہے اُکْتُبُوْا عَنِّیْ وَلَوْ کَانَ حَدِیْثًا۔

(۱۲) بارھواں ادب یہ ہے کہ جب کوئی بات پوچھنی ہو تو کھڑے ہو کر پوچھے کہ یہ بھی ایک ادب ہے۔

(۱۳) تیرھواں ادب یہ ہے کہ دَوران گفتگو میں نہ بولے۔ اُٹھکر چُپ چاپ کھڑا ہو جائے صدر مجلس خود مخاطب کریگا۔

(۱۴) چودھواں ادب یہ ہے کہ مجلس میں میر مجلس کو مخاطب کرے۔ کسی اور کو نہ کرے۔

(۱۵) پندرھواں ادب یہ ہے کہ اگر مجلس میں کسی شخص سے کوئی ناجائز حرکت سرزد ہو جائے تو ہنسنا نہیں چاہیئے کیونکہ ایسی حرکت اس سے بھی ممکن ہے لوگ اُسپر بھی ہنسیں گے اور اسے شرمندہ ہونا پڑیگا۔ پس دوسرے کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے نہیں پسند کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدفعہ صرف اسی بات پر ایک خطبہ پڑھا تو کسی کے اونگھ جانے پر یا غلط جواب دینے پر یا ہوا خارج ہو جانے پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ نقص اسمیں بھی پیدا ہو جائے اور اس سے بڑھکر لوگ اُسپر ہنسیں گے

(۱۶) سولھواں ادب جب مجلس کی کارروائی شروع ہو جائے تو کسی بڑے آدمی کے آجانے پر تعظیم کے لئے اُٹھنا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اب میر مجلس کا حق ہے کہ وہ تعظیم کرے یا نہ کرے۔

(۱۷) سترھواں ادب یہ ہے کہ مجالس میں کوئی ایسی چیز کھا کر نہ جائے جس سے لوگوں کو تکلیف ہو نہ ایسا لباس پہنکر جائے جس سے بدبو آتی ہو اور تعفن کی وجہ سے لوگ کراہت کریں۔ تو مجلس میں نہا دھو کر جائے اسی طرح مجلس میں تھوکنا بھی ادب کے خلاف ہے۔

(۱۸) اٹھارھواں ادب حرکات فی الانضباط ہے یعنی مجلس میں بیٹھکر اپنی حرکات پر قابو رکھنا اسی کا نام خشوع ہے۔

(۱۹) اُنیسواں ادب یہ ہے کہ جن سامانوں سے مجلس یا جلسہ قائم کیا گیا ہے بعد اختتام جلسہ اُن کو وہاں پہنچا دو جہاں سے لائے تھے یا پہنچانے والوں کو مدد دو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جلسہ یا مجلس ختم ہونیکے بعد سارے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور سامان پڑا رہتا ہے چند آدمی جا رہ گئے جنہیں بعد میں بڑی تکلیف ہوتی ہے پس یہ بھی ایک اچھی بات ہے کہ سامان جہاں سے لایا گیا تھا

جلسہ ختم ہونیکے بعد سارے ملکر وہاں پہنچادیں۔

(۲۰) بیسواں ادب یہ ہے کہ مجلس میں کسی کو اُٹھا کر خود اسکی جگہ نہ بیٹھے اسی طرح جب کوئی شخص اٹھکر کسی کام یا کسی حاجت کو جائے تو اُس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔

(۲۱) اکیسواں ادب۔ جب کسی مجلس سے اُٹھے تو استغفار کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے کسی کی غیبت کی ہو۔ یا کوئی اور بُری بات مُنہ سے نکال دی ہو۔ جس کا وبال اسپر پڑے۔ اس لئے استغفار ضرور کرے ۔

شمۂ از حدیث بخارا

{ برادرم مولوی محمد امین خاں صاحب بخارائی دوسری بار بخارا گئے۔ ان کے سفر کی مشکلات کا اندازہ غالباً ذیل کی چند سطور سے ہوگا جو صرف ایک حصّہ پر مشتمل ہے۔ (ایڈیٹر) }

ایرانی حراست میں بیس پچیس یوم کے عرصہ میں میں نے جو تکلیف دیکھی۔ ویسی میں نے روس کے قیدخانوں میں مہینوں نہیں دیکھی تھی۔ میرے کپڑوں اور کمبلوں کو ٹلگرافات کے بہانہ پر بیچ کرکے خرچ کیا۔ ایسی ذلیل اور بے درد اعضائی حکومت میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ ایک شخص کپڑے روٹی کے لئے فروخت کرتا ہے۔ لیکن فراش سے لیکر رئیس تک توقع رکھتا ہے۔ کہ مجھے کچھ ملجاوے۔ کیونکہ یہ تبعیہ انگلیس ہے۔ بڑا مالدار ہوگا۔ راستے میں ایسی خطرناک برف تھی۔ کہ میں اس کو دیکھکر اپنی تمام پچھلی تکلیفوں کو بھول گیا۔ بخارا میں تو ایسی سردی تھی۔ کہ جیسے ہاتھ پاؤں کی اُنگلیاں کٹ گئی ہیں۔ اور بعض وقت شدّت سردی سے دل مُتلایا جاتا تھا۔ لیکن اس برف کو دیکھ کر خوف کے مارے سردی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ البتہ منزل پر پہنچکر اور بدن کو گرم کرنے سے پنڈلیوں میں خارش پیدا ہوتی تھی۔ اور اس سے خون نکلتا تھا۔ پہاڑ کے دامن میں جب پہنچا۔ تو وہاں لوگوں نے روکا۔ کیونکہ میرے پاس وہی قادیان کا بے جراب جُوتا تھا۔ باقی کمبل وغیرہ میں تاروں کیلئے فروخت کرچکا تھا۔ اور اس طرح جانا مشکل تھا۔ کیونکہ تمام پہاڑ۔ میدان۔ ندی نالے برف سے اٹے پڑے تھے۔ یہ راستہ مئی کے بعد کھلتا ہے۔ لیکن چونکہ مجھے ضرور جانا تھا۔ اس لئے اس راستہ آگیا۔ یہ پہاڑ مشہد کا شمار ہوتا ہے۔ دو دن کے بعد حسن اتفاق سے خچروں اور گھوڑوں کا بغیر بار کے خالی قافلہ آیا۔ ان دنوں میں بار کے ساتھ جانا اس راستہ ممکن نہیں۔ میں نے کچے چمڑے کے چارق خرید لئے اور لوگوں نے اس میں بھوسہ بھر کر اور پُرانی بوریوں کے ٹکڑے جمع کرکے میرے گھٹنوں تک باندھ دیئے

آگے آگے گھوڑے اور خچر رستہ بناتے تھے۔ اور انکے پیچھے پیچھے مجھے جانا پڑتا تھا۔ پہاڑ میں ایسی خطرناک جگہیں تھیں۔ کہ اگر ذرا پاؤں پھسل جاوے۔ تو پھر کوئی ٹھکانا نہیں۔ گھوڑے پیٹ تک برف میں دھس جاتے تھے۔ ایک سفید خندق برف کا بہتا جاتا تھا۔ جسکے درمیان سے گذرنا پڑتا تھا۔ صاف میدان میں گھوڑے اور آدمی کمر تک دھس جاتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ غلط قدم رکھنے کی وجہ سے میں کمر تک برف میں دب گیا۔ اور مجھے گھبراہٹ میں ساتھ والے آدمی کو آواز دینی پڑی۔ کہ رسہ پھینک کر مجھے نکالے۔ لیکن خدا نے فضل کیا۔ پتھروں پر برف اور یخ جمکر شیشہ کی طرح پاؤں پھسلتے تھے۔ اور پھر ہوا میں برف اڑ اڑ کر جیسے ریت کے ذرّے ہوتے ہیں۔ آنکھوں کو اندھا کئے دیتی ہیں۔ ایسا خوفناک برف میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ وہی پہاڑ ہے جس پر مجھے پہلے سفر کی واپسی پر ایک پلنگ ملا تھا۔ راستے میں چلتے ہوئے برف کے خوف کی وجہ سے سردی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ لیکن منزل پر پہنچکر مجھے کھانسی اور بخار جیسا ہوا۔ اور برف میں چلنے سے ہاتھ چھل گئے۔ وہ قافلہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔ جو اس راستے چلے اور سات آٹھ گھوڑے خچر تلف نہ ہو جائیں۔ اس راستہ پر گدھے اونٹ نہیں جا سکتے ہیں۔ کئی قاطر اور یابو پاؤں پھسل کر یا برف کے گڑھے میں گر کر مر جاتے ہیں۔

شذرات

(انگریزی اخبارات سے ترجمہ)

مصر میں ایک چھ ہزار سالہ پرانی قبر کا انکشاف

ایک امریکن ماہر آثار قدیمہ نے مصر میں ایک پرانی قبر معلوم کی ہے۔ یہ قبر نوّے فٹ زمین کے نیچے ہے۔ اسکے اندر ایک تابوت ملا ہے جسکے متعلق خیال کیا گیا ہے کہ وہ سینو فرو اوّل کا ہے جو کہ چوتھے فراعنہ خاندان کا بادشاہ تھا۔ تابوت تمام کا تمام سنہری کام سے مرصع معلوم ہوتا ہے۔ اسکے نزدیک پلیٹ کی قسم کی چیز پڑی ہوئی ہے جسکے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس بادشاہ کی مُہر ہے۔ اسکے علاوہ قبر کے اندر بہت سی عجیب غریب چیزیں پڑی ہیں۔ ایک تانبے کا پانی والا کوزہ اور ایک اور برتن پڑا ہے۔ یہ قبر ۲۹۰۰ سال قبل مسیح سے بنی ہوئی ہے اور اسکی تمام چیزیں جو کہ اسوقت چھ ہزار سالہ پرانی ہیں بہت نازک ہو گئی ہیں۔

شاہ سنیو فرو کے متعلق پروفیسر برسٹڈ کہتا ہے کہ اسکے عہد حکومت میں لوگ بڑی خیر و خوبی

سے بستے تھے۔ اس بادشاہ نے ۱۷۰ فٹ لمبا ایک جہاز بنایا تھا جسکے ذریعے دریا کے اوپر تجارت اور حکومت کرتا تھا۔ اس نے جزیرہ نما، سیفا کے لوگوں کو بڑی بھاری شکست دی اور وہاں مصری طاقت اور اقتدار کو قائم کرنے والا سمجھا گیا۔ اسی طرح وہ جنوب کی طرف نیوبیا قوم کی طرف بڑھا اور سات ہزار قیدی اور دو لاکھ مویشی لایا ٭

بے تار برقی کے ذریعے دیکھنا | امریکہ کے ایک علم بینائی کے ماہر سائنسدان مسٹر فرینسس جینکنس جو کہ واشنگٹن کے رہنے والے ہیں نے معلوم کیا ہے۔ کہ آئندہ سال ایک عکسی شیشہ کے ذریعہ تمام ریڈیو رکھنے والے نہ صرف اولمپیا (لنڈن میں ایک کھیل گاہ ہے) کی کھیلوں کی کارروائی کو سن سکینگے بلکہ دیکھ بھی سکینگے۔ صاحب موصوف کا خیال ہے کہ آئندہ اس شیشہ کی مدد سے استاد اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر علمی اور عملی تعلیم دور دراز کے طالب علموں کو دے سکینگے۔ اور فوجی ہیڈکوارٹرز ہوائی جہاز میں ایک عکسی شیشہ رکھ کر تمام وہ مناظر اپنی جگہ پر بیٹھ کر دیکھینگے جن پر سے ہوائی جہاز گذر رہا ہوگا ٭

غضب کا حافظہ | پرشین سٹیٹ لائبریری کے سٹاف کے ایک ممبر کے متعلق برلن پریس کا بیان ہے۔ کہ وہ ۱۸۸۱ء سے لیکر اب تک تمام ضروری واقعات کو ترتیب وار یاد کر کے سنا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ اس عرصہ کی تھرمامیٹر اور برامیٹر کے درجہ حرارت کی روزانہ سرکاری اطلاعات کو بھی یاد کر سکتا ہے۔ چنانچہ برلن کی ایک سوسائٹی کے سامنے اُس سے ایک خاص ہفتہ کے ایام کے درجہ حرارت کے متعلق اچانک سوال کیا گیا جس کا جواب اُس نے فوراً بلا تامّل ٹھیک ٹھیک دے دیا ٭

خون کا پسینہ | اٹلی کے ایک مقام مان ٹیلٹو ڈی فگو علاقہ کلابریا کی ایک عورت کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ وہ گذشتہ تین سال سے ماہ مارچ اور اپریل کے ہر جمعہ کے دن خون کا پسینہ بہاتی ہے۔ خصوصاً ایسٹر کے جمعہ کے دن جبکہ مسیح ناصری صلیب پر لٹکائے گئے تھے اسپر ایک خاص حالت پیدا ہوتی ہے جس میں ایک بڑی تعداد میں لمبے عرصہ تک اسکے جسم کے مختلف حصوں سے خون پھوٹتا رہتا ہے۔ ڈاکٹروں اور سائینس دانوں کو اس واقعہ نے حیران کر دیا ہے۔ اور

وہ اسکو ایک غیر معمولی مذہبی ہسٹریا تصور کر رہے ہیں جبکہ عوام لوگ اُسکو ایک بڑا معجزہ خیال کر رہے ہیں۔

اس سال ایسٹر کے ایام میں ہزارہا زائرین اس عجوبہ کے دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہوئے نیپلز اور بعض دیگر یونیورسٹیوں کے چیدہ پروفیسر ڈاکٹر اور ایک مشہور ہسپتال کا پورا اسٹاف بھی اس امر کی تحقیق کے لئے وہاں گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بارہ بجے کے قریب اس عورت نے لمبے سانس لینے شروع کئے اور اسپر ایک قسم کی حالت کشف طاری ہوئی۔ اور اس نے ان تمام تکلیفوں کا اظہار کرنا شروع کیا جو کہ واقعہ صلیب پر مسیح ناصری پر وارد ہوئیں۔ تین بجے اس نے ہاتھوں اور پاؤں میں ایک دردِ شدید کا اظہار کیا گویا کہ وہ میخوں سے سوراخ کئے جا رہے ہیں۔ اور پھر اس نے ایک ایسی چلا کر چیخ نکالی کہ گویا کہ کانٹوں کا تاج اُسکے سر کو زخمی کر رہا تھا۔ اسکے بعد معاً اُسکی پیشانی۔ گھٹنوں اور پاؤں سے خون پھوٹنا شروع ہو گیا۔ اور تعجب انگیز مقدار میں دیر تک اسکے جسم سے خون کا پسینہ بہتا رہا۔ خصوصاً اُسکی پیشانی سے تین گھنٹہ تک خون جاری رہا۔

اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد جب ڈاکٹروں سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ علم امراض کی تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ نیپلز کا ایک پروفیسر اسکے متعلق سائنس کے نقطہ خیال سے ایک رسالہ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس عورت کی عمر اسوقت ۲۵ سال ہے اور وہ ایک درزی کی لڑکی ہے۔ جب وہ ۱۸ سال کی تھی تو وہ اس حلقہ نن میں داخل ہوئی جو کہ مقدس خون کو ماننے والی ہیں۔ لیکن اپنے عدم استقلال کی وجہ سے وہاں نہ رہ سکی۔ وہاں سے واپس لوٹ کر اپنے طور پر مذہبی غور و فکر کا اسکو توغل رہا اور نیز جس روز سے واپس آئی ہے بیمار رہتی ہے۔ بارہ سال کی عمر میں اسکو مرگی کا دورہ بھی ہوا تھا لیکن دس ماہ کے بعد پھر وہ بالکل جاتا رہا ؛

یہ پادری منطق کیوں استعمال کرتے ہیں

تعجب ہے کہ کفارہ و تثلیث کے متعلق بعض پادری منطق استعمال کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اس منطق کی صریح ممانعت بائیبل میں مذکور ہے۔ ملاحظہ قرنتیوں ۱ باب سوم آیت ۱۸-۲۰

کوئی آپ کو فریب نہ دے جو کوئی تمہارے درمیان آپ کو اس جہان میں حکیم سمجھے تو بے وقوف بنے تاکہ حکیم ہو جائے۔ کیونکہ اس جہان کی حکمت خدا کے آگے بیوقوفی ہے کہ لکھا ہے کہ وہ حکیموں کو انہی کی چترائیوں میں پھنساتا ہے اور یہ کہ خداوند حکیموں کے قیاسوں کو جانتا ہے کہ باطل ہیں۔

تعلّقات بین الاقوام

اسلامی اصل کی فوقیّت

جھگڑوں کو مٹانے کے لئے ایک عجیب حکم دیا ہے جسے آج ہم لیگ آف نیشنز کی شکل میں دیکھتے ہیں لیکن ابھی تک یہ لیگ ویسی مکمّل نہیں ہوئی جس حد تک اسلام اسکو لیجانا چاہتا ہے۔ اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ وان طائفتٰن من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیٓء الی امر اللّٰہ۔ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا۔ ان اللّٰہ یحب المقسطین۔ (حجرات ع) یعنی اگر دو قومیں مسلمانوں میں سے آپسمیں لڑ پڑیں تو انکی آپسمیں صلح کرادو۔ یعنی دوسری قوموں کو چاہیئے کہ بیچ میں پڑکر انکو جنگ سے روکیں اور جو وجہ جنگ کی ہے اسکو مٹائیں اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیں۔ لیکن اگر باوجود اسکے ایک قوم باز نہ آئے اور دوسری قوم پر حملہ کردے اور مشترکہ انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو اس قوم سے جو زیادتی کرتی ہے سب قومیں ملکر لڑو یہاں تک کہ خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی ظلم کا خیال چھوڑدے پس اگر وہ اس امر کی طرف مائل ہوجائے تو ان دونو قوموں میں پھر صلح کرادو۔ مگر انصاف اور عدل سے۔ اور انصاف سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں بین الاقوامی صلح کے قیام کے لئے مندرجہ ذیل لطیف گر بتائے ہیں:۔ اوّل جب دو قوموں میں لڑائی اور فساد کے آثار ہوں معاً دوسری قومیں بجائے ایک یا دوسرے کی طرفداری کرنے کے ان دونو کو نوٹس دیں کہ قوموں کی پنچایت سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرائیں۔ اگر وہ منظور کرلیں تو جھگڑا مٹ جائیگا۔ لیکن اگر ان میں سے ایک نہ مانے اور لڑائی پر تیار ہوجائے تو دوسرا قدم یہ اُٹھایا جائے کہ باقی سب اقوام اسکے ساتھ ملکر لڑیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سب اقوام کا مقابلہ ایک قوم نہیں کرسکتی ضرور ہے کہ جلد اسکو ہوش آجائے اور وہ صلح پر آمادہ ہوجائے۔ پس جب وہ صلح کیلئے تیار ہوجائے۔ تو تیسرا قدم یہ اُٹھائیں کہ ان دونو قوموں میں جن کے جھگڑوں کی وجہ سے جنگ شروع ہوئی تھی صلح کرادیں۔ یعنی اسوقت اپنے آپکو فریق مخالف بناکر خود اس سے معاہدات کرنے نہ بیٹھیں بلکہ اپنے معاہدات تو جو پہلے تھے وہی رہنے دیں۔ صرف اس پہلے جھگڑے کا فیصلہ کریں جسکے سبب سے جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ کی وجہ سے نئے مطالبات قائم کرکے ہمیشہ کے فساد کی بنیاد نہ ڈالیں۔ چوتھے یہ امر مدِّ نظر رکھیں کہ معاہدہ انصاف پر مبنی ہو۔ یہ نہ ہو کہ چونکہ ایک فریق

مخالفت کر چکا ہے اسلئے اُسکے خلاف فیصلہ کردو۔ بلکہ باوجود جنگ کے اپنے آپکو ثالثوں کی ہی صفت میں رکھو۔ فریق مخالف نہ بنجاؤ۔ ان امور کو مدِ نظر رکھ کر اگر کوئی انجمن بنائی جائے تو دیکھو کہ کس طرح دنیا میں بین الاقوامی صلح ہو جاتی ہے۔ سب فساد اسی امر سے پیدا ہوتا ہے کہ اول تو جب جھگڑا ہوتا ہے دوسری طاقتیں الگ بیٹھی رہتی ہیں۔ اور جب دخل دیتی ہیں تو الگ الگ دخل دیتی ہیں کوئی کسی کے ساتھ ہو جاتی ہے اور کوئی کسی کے ساتھ۔ اور یہ جنگ کو بڑھاتا ہے گھٹاتا نہیں۔ اگر دوسری طاقتیں ملکر بغیر اپنے خیالات کے اظہار کیئے کے پہلے یہ فیصلہ کریں کہ حکومتوں کی پنچائیت کے ذریعہ سے اس جھگڑے کو طے کیا جائے اور سب ملکر متفقہ طور پر ایک کو نہیں دونو کو یا جسقدر حکومتیں جھگڑ رہی ہوں سب کو توجہ دلائیں کہ لڑنے کی ضرورت نہیں بین الاقوامی مجلس میں اپنے خیالات پیش کرو اور انصاف کے اس اصل کو مدِ نظر رکھو کہ وہ پہلے کوئی خیالات نہ قائم کرلیں جس طرح جج فریقین کی باتیں سننے سے پہلے کوئی رائے قائم نہیں کرتا پھر دونو فریق کی بات سُن کر ایک فیصلہ کریں۔ جو فریق تسلیم نہ کرے سب ملکر اس سے لڑیں اور جب وہ زیر ہو جائے تو اُس وقت نئے مطالبات اپنی طرف سے نہ پیش کریں بلکہ پہلے ہی جھگڑے کو سلجھائیں۔ کیونکہ اگر ایسے موقعہ پر شکست خوردہ قوم کو لوٹنے کی تجویز ہوئی اور ہر ایک قوم نے مختلف ناموں سے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو لازماً ان فائدہ اُٹھانیوالی قوموں میں آپس میں بھی بغض اور تحاسد بڑھیگا اور جس قوم کو وہ زیر کرینگی اسکے ساتھ بھی نیک تعلقات پیدا نہیں ہو سکینگے اور مجلس بین الاقوام سے دنیا کی حکومتوں کو سچی ہمدردی بھی پیدا نہ ہو سکیگی پس چاہیئے کہ اس جنگ کے بعد صرف اُسی جھگڑے کا تصفیہ ہو جس پر جنگ شروع ہوئی تھی نہ کسی اور امر کا۔

اب رہا یہ سوال کہ جو اخراجات جنگ پر ہونگے وہ کس طرح برداشت کیئے جائیں؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اخراجات جنگ سب قوموں کو خود برداشت کرنے چاہیئیں اور یہ بوجھ ہرگز زیادہ نہیں ہوگا۔ اول تو اسوجہ سے کہ مذکورہ بالا انتظام کی صورت میں جنگیں کم ہو جائینگی اور کسی قوم کو جنگ کرنیکی جرأت نہ ہوگی۔ دوسرے چونکہ اس انتظام میں خودغرضی اور بوالہوسی کا دخل نہ ہوگا سب اقوام اسکی طرف مائل ہو جائینگی اور مصارف جنگ اسقدر تقسیم ہو جائینگے کہ ان کا بوجھ محسوس نہ ہوگا۔ تیسرے چونکہ اس انتظام کا فائدہ ہر ایک قوم کو پہنچیگا کیونکہ کوئی قوم نہیں جو جنگ میں مبتلا ہونیکے خطرہ سے محفوظ ہو اسلئے انجام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ خرچ موجودہ اخراجات سے جو تیاری جنگ کی نیت سے حکومتوں کو کرنے پڑتے ہیں کم ہونگے۔ اور اگر بالفرض کچھ زائد بھی خرچ کرنا پڑے تو جس طرح افراد کا فرض ہے کہ امن عامہ کے قیام کی خاطر قربانی کریں اقوام کا بھی فرض ہے کہ قربانی کرکے امن کو قائم رکھیں اور وہ اخلاق کی حکومت سے بالا نہیں بلکہ اسکے ماتحت ہیں۔

میری نزدیک سب فساد اسی اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم کی پیشکردہ تجویز سے کیا جاتا ہے۔ (۱) یعنی آپس کے انفرادی سمجھوتوں کیوجہ سے جو پہلے سے کیئے ہوئے ہوتے ہیں حالانکہ انکی بجائے سب اقوام کا ایک معاہدہ ہونا چاہیئے۔ (۲) جھگڑے کو بڑھنے دینے کے سبب سے۔ (۳) حکومتوں کے جنبہ داری کو اختیار کرکے ایک فریق کی حمائیت میں دخل دینے کے سبب سے۔ (۴) شکست کے بعد اس قوم کے حصے بخرے کرنے اور ذاتی فوائد اٹھانیکی خواہش کے پیدا ہو جانیکے سبب سے۔ (۵) امن عامہ کیلئے قربانی کرنیکے لیئے تیار

ایک چکڑالوی کا خطاب دوسرے چکڑالوی سے

ایک شخص عبداللہ نام نے حدیث و فقہ کو جواب دیا اور اپنی رائے کو اپنا امام بنایا جس کا نتیجہ اختلاف تھا۔ اب اس فرقے کے کئی رسالے نکل آئے ان میں سے ایک دوسرے سے خطاب کرتا ہے:۔

"قرآن مجید کو جو صلوٰۃ کا مقصد بیان کیا ہے تو اس سے یہ غرض ہے کہ مسلمان قرآن مجید کے مطالب اور معانی سے واقف ہو کر اس کے مطابق عمل کرنے سے عبادت کر سکے۔

مفتی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ کا مقصد قرآن مجید اس لئے ہے کہ اس میں آکر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنی ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ صلوٰۃ کیا ہے گویا ایک درسگاہ حصول علم قرآن مجید ہے۔ سکول میں گئے اور قرآن مجید کو با معنی پڑھا اور سنا یعنی تعلیم و تعلم قرآن مجید اور سوال و جواب کا وقت فقط صلوٰۃ ہے اور بس صلوٰۃ ختم۔

بدیں صورت محقق مفتی صاحب کی صلوٰۃ کی شکل یوں ہوگی کہ بہت سے نمازی یا بالفاظ دیگر طالب علم قرآن مجید کو لے آئے مع امام یا بالفاظ دیگر مدرس صاحب کھڑے ہو گئے تو قرآن مجید کی تلاوت کی اسکے بعد اردو زبان میں ترجمہ شروع کر دیا اور سوال و جواب بھی ہونے لگ پڑے۔

مفتی صاحب صلوٰۃ میں قیام۔ رکوع۔ سجود۔ تعدہ بھی مانتے ہیں اور ان کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلوٰۃ میں غیر قرآن مجید بھی پڑھنے کے قائل نہیں بدیں صورت طریق تعلیم قرآن مجید یوں ہوا کہ کچھ سبق تو کھڑے ہو کر پڑھا پڑھایا اور کچھ سبق کبڑے ہو کر پڑھا اور کچھ سبق سر زمین پر رکھ کر اور کچھ بیٹھ کر سبحان اللہ کیا ہی عمدہ اور احسن طریق تعلیم محقق مفتی صاحب نے اپنی گہری تحقیق سے نکالا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سر رشتہ تعلیم اس طریق احسن واسہل کو پسند فرما کر ٹریننگ کالج میں بھی جاری فرما دینگے۔"

ہم بہت عرصہ ہوا گجرات کے چند آزاد خیالوں سے بھی یہی سوال کیا تھا اور پھر مولوی حشمت العلی صاحب سے بھی پوچھا کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو آپ سمجھیں وہ صحیح ہے۔ اور رسول کریمؐ کے فہم قرآن کو آپ کے فہم پر ترجیح ہے یا نہیں۔ اب تک جواب نہیں ملا۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں اشتہار دینے کا موقعہ

خدا کے فضل سے رسالہ ریویو آف ریلیجنز جماعت احمدیہ کا واحد ماہوار رسالہ ہے جسکے فائل نہایت محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اصحاب کاروبار و تجار کے لئے اشتہار کا بہترین ذریعہ ہے آپ اسکے ذریعہ سات لاکھ سے زیادہ افراد کو اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں نرخ اشتہار بہت ہی ارزاں ہے صفحات اسکے لئے مخصوص کرا لینے چاہئیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مشتہرین جلد توجہ فرمائینگے۔

(مینیجر ریویو)

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے